يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم فان تنازعتم في شيء فردوه
الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير واحسن تاويلا
الحمد لله والمنه كه
المناظرۃ موسومہ و مسمی بہ
في بحث الاتباع والتقليد
۱۳۱۹ ہجری
فیصل نمودہ فاضل اجل فخر زمن مولوی حاجی محدث سید احمد حسن صاحب عم فیوضہم
مطبع فیض کی واقع بلدہ حیدرآباد دکن میں طبع ہوا

مقدمہ رسالہ مسمی بمناظرہ مسعودیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من
شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی
لہ ونشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ
ارسلہ الی الناس کافۃ بشیرا ونذیرا۔ جناب سرور کائنات مفخر موجودات خاتم المرسلین شفیع المذنبین
حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف حمیدہ تھی کہ جب کبھی وعظ یا خطبہ فرماتے تو ابتداء قبل
جملوں کے فرماتے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اما بعد ان خیر الحدیث کتاب اللہ و
خیر الہدی ہدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وخیر الامور عوازمہا وشر الامور
محدثاتہا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔ ترجمہ تحقیق بہترین کلام کلام اللہ المجید
ہے اور بہترین شریعت شریعت محمدی علیہ افضل التحیۃ والتسلیم اور بہترین امر وہ ہے جسکی شریعت موصوفہ
میں اجازت اور بدترین وہ جو شریعت موصوفہ میں نو پیدا ہو۔ ان مواعظ حسنہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے
کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جسپر جناب محترم بدرجہ اتم شفیق اور مہربان تھے
مواعظ مذکورہ میں یہی تعلیم فرمائی ہے کہ ہر فرد امت کتاب اللہ المجید اور ہدی نبوی علیہ الف الف التحیۃ والتسلیم
کو اپنا ہدایت اور نجات نامہ قرار دے۔ ظاہر ہے کہ اگر ان دو طریقوں کے سوا کسی اور طریق میں بھی امت
کی صلاح و فلاح متصور ہوتی تو ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کو اسکی تعلیم فرمانے میں ہرگز دریغ
نفرماتے مگر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر وقت ہر خطبہ کی ابتدا میں مواعظ مذکورہ کے
ایراد سے امت کو ان مواعظ پر عمل پیرا ہونے کی صاف طور پر تاکید پائی جاتی ہے۔ پس یہ بات
کسی بندۂ مومن کے سزاوار نہیں کہ جناب باری کے ارشاد واجب الانقیاد کے خلاف مندرجہ آیہ کریمہ

دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو کہ اللہ بھی تمکو دوست رکھیگا اور تمھارے گناہ معاف کریگا
اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اے پیغمبر ان لوگون سے کہدو کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو پھر
اگر پھیر جائیں تو سمجھ رہیں کہ اللہ کافرونکو پسند نہیں کرتا۔ تفسیر ابن منذر میں حضرت حسن بصری
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مختلف فرقون نے خدا تعالی کی محبت کا
دعوی کیا مثلاً قریش نے کہ وہ اپنے بتون کو خوب آراستہ کیا اور آنحضرت نے جب اونسے فرمایا
کہ ملت ابراہیمی کے مخالف ہو بت پرستی کیون کرتے ہو تو انہون نے کہا کہ ہم تو فقط درگاہ الہی کا
مقرب جانکر اللہ کی محبت کی وجہ سے انکو پوجتے ہیں اسیطرح نجران کے نصاری نے کہا ہم تو اللہ تعالی کی
محبت کے سبب سے حضرت عیسی کی اتنی قدر و منزلت کرتے ہیں ان لوگون کے ایسے دعوون پر اللہ تعالی
نے آیہ کریمہ مندرجہ بالا نازل فرمائی اور فرمادیا کہ اللہ کی محبت کا دنیا میں ایک ہی طریقہ ہے کہ رسول وقت
کی پیروی و تابعداری کیجائے کیونکہ ہر عاقل کی محبت کا طریقہ یہی ہے کہ اوسکے احکام کو مانا جائے اگر کوئی
شخص حاکم وقت کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کرے اور منہ سے کہے کہ میرے جی میں اوس حاکم کی
محبت ہے تو ایسا شخص حاکم کا دوست و مطیع نہیں بلکہ باغی کہلائیگا اسیطرح اللہ کی محبت
اوسکے احکام کا ماننا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اللہ کے احکام بغیر وسیلہ رسول وقت کے معلوم نہیں ہو سکتے
اسواسطے اللہ کی محبت کا دعوی بلا اتباع و اطاعت رسول وقت محض غلط ہے۔ صحیحین میں حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اطاعت
عین اللہ کی اطاعت ہے اور میری نافرمانی عین اللہ کی نافرمانی ہے۔ اس حدیث اور آیت سے معلوم ہوگیا
کہ جس طریقہ میں جناب ختم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ پائی جائے خواہ اوسمین محبت
الہی کا کیسا ہی جوش و خروش کے ساتھ دعوی کیا جائے ہرگز اللہ تعالی کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔
اسی مضمون کو سعدی علیہ الرحمہ نے ان ابیات کرامت آیات میں اسطرح نظم کیا ہے۔ ؎
بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ٭ ولیکن میفزای بر مصطفی ٭ محال است سعدی کہ راہ صفا ٭
توان رفت جز در پی مصطفی ٭ (۳) جناب باری سورہ انعام میں بندونکی ہدایت کے لئے

یون ارشاد فرمایا ہی۔ وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ
بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ترجمہ اور بیشک یہہ ہی ارشاد
فرمایا کہ یہی میری سیدھی راہ ہی تو اوسی پر چلے جاؤ اور دوسرے رستون پر ہو لینا کہ یہہ تمکو خدا کے رستے
سے بھٹکا کر تتر بتر پراگندہ کردینگے - یہی ہین وہ سب امور جنکا خدا نے تمکو حکم دیا ہی تاکہ تم پرہیزگار
بنجاؤ۔ مسند امام احمد حنبل اور نسائی اور مستدرک حاکم مین حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے مروی ہی کہ آنحضرت نے ایک روز سیدھی لکیر کھینچکر فرمایا کہ یہہ اللہ کا سیدھا رستہ ہی اور اوس
لکیر کے داہنے بائین اور بہت سے خط کھینچکر فرمایا ان سب راہون پر شیطان بیٹھکر لوگونکو اپنی طرف بلاتا ہی
پھر آپنے آیہ شریفہ پڑہی۔ ترمذی نسائی اور مسند امام احمد حنبل مین نواس بن سمعان کی مرفوع اور موقوف
حدیثون کا حاصل یہہ ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے سیدھے رستے کی مثال یون سمجھائی ہی ایک سیدھا رستہ ہے
اور اوس کے ادہر ادہر دو دیوارین ہین جنمین دروازے کھلے اور دروازون پر پردے پڑے ہوئے ہین
اور رستہ کے سرے پر ایک شخص کھڑا ہوا صراط مستقیم کی دعوت کررہا ہی اور ایک شخص کہہ رہا ہی کہ دیکھو ان
دروازون مین سے کوئی دروازہ نہ کھولنا نہین تو سیدھے رستہ سے بھٹک جاؤگے پس وہ صراط مستقیم اسلام ہی اور
دیوارین خدا تعالی کی حدین ہین جو اوسنے شریعت مین قائم کی ہین اور دروازے ممنوعات شرعیہ ہین اور رستہ کے
سرے پر دعوت کرنیوالا قرآن مجید ہی اور دروازون سے روکنے والی اللہ تعالی کی وہ نصیحت ہی جو ہر مومن مسلم کے
دل مین اثر پیدا کرکے نافرمانی حق سے باز رکھتا ہی اور ترمذی مین عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت نے
فرمایا کہ یہود و نصاری اختلاف کیوجہ سے بہتر فرقہ ہوگئے تھے میری امت کے تہتر فرقہ ہونگے اور سوا ایک فرقہ کے
سب دوزخی ہین اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا حضرت نجات پانیوالا فرقہ کون ہی حضرت نے فرمایا جسپر مین اور میرے
صحابی ہین۔ آیہ کریمہ اور احادیث سے جو مذکور ہوئین ظاہر ہی کہ اسلام کی سیدھی شاہراہ مین سے کجی کے ایسے اختلافات
کے سبب سے پھوٹ نکلے ہین پر شیطان مسلط ہی ممنوعات شرعیہ کے دروازے ایک پردہ کے آڑ مین ہین نجات کا رستہ
فقط ایک ہی ہی جسپر خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تھے ہر مسلم جو اپنی نجات کو لازم جانتا ہی کہ ادہر ادہر
نہ بھٹکے اور نجات کے رستہ کو خوب مضبوط پکڑے اور پورا یقین کرلے کہ مخبر صادق صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم

جو نجات کے رستہ کا پتہ بتلایا ہی وہ یہی ہے کہ ہر عقیدہ و ہر عمل میں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے قدم بقدم
چلا جاوے **فائدہ** آیہ کریمہ میں "سبیل" بلفظ واحد ارشاد فرمایا گیا ہی جس سے صاف ظاہر ہی کہ حق ایک ہی ہی نہ چند۔ اور
تفرق و تشعب سے منع کے مقام پر "سبل" بلفظ جمع ارشاد ہوا ہی اسی آیہ کریمہ کے مضمون کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کے کسی عاشق صادق نے ان ابیات میں منظم کیا ہی ؎ ہوتے ہوئے مصطفی کے گفتار ، مت دیکھ کسی کا قول و کردار
جب اصل ملے تو نقل کیا ہی ، یہاں وہم و خطا کا دخل کیا ہی ، اب مجھ سے زیادہ کر نہ کلکل ، خورشید کے آگے کیا ہی مشعل
بالفرض فلاں تھا مرد کامل ، اوس نے تھا کیا کہاں سے حاصل ، وہ بھی اسی در کا ایک گدا تھا ، گو غوث و امام و مقتدی تھا
ناحق تجھے اور کچھ ہوس ہے ، قرآن و حدیث تجھکو بس ہے ، آیہ کریمہ سے بلاشک یہ بھی متحقق ہو گیا کہ صراط مستقیم شریعت
اہل حدیث ہی کا طریقہ ہی۔ پھر جناب باری نے سورہ ملک میں اون لوگوں سے جو صراط مستقیم شریعت سے بیگانہ ہیں تعریضاً
یوں سوال فرمایا ہی أَفَمَنْ يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ترجمہ
تو کیا جو شخص اپنا منہ اوندھا ہوئے چلے وہ زیادہ راہ پر ہو سکتا ہی یا وہ شخص جو سیدھا تنا ہوا راہ راست پر چلا جاتا ہی
(۳۳) اور نیز یہ آیہ کریمہ جو سورہ مائدہ میں ہے ایسے شخص کے کافی غور کے قابل ہی جو اپنے کو دائرہ اسلام میں داخل خیال کرتا ہو
الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ترجمہ آج میں نے
تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل اور دیدیا تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند فرمایا۔ اس آیہ کریمہ کے متعلق
مفسرین نے یہ لکھا ہی کہ وہ تمامی احکام الٰہی نازل ہو چکنے کے بعد نازل ہوئی اور اوسکے نزول کے تقریباً تین مہینہ بعد جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں ہی کہ بعض یہودیوں نے حضرت عمر
سے کہا کہ تمہارے قرآن میں ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہی کہ اگر ہم لوگوں پر نازل ہوتی تو ہم اوسکے روز نزول کو عید قرار دیتے
حضرت عمر نے فرمایا کہ میں اوس آیت کو خوب جانتا ہوں اور نیز اوس روز اور مقام کو جسمیں اور جہاں وہ نازل ہوئی خدا کا شکر ہی کہ وہ ایسے روز
نازل ہوئی جسمیں دو عیدیں جمع تھیں یعنے جمعہ جسمیں حجۃ الوداع کا عرفہ بھی واقع تھا۔ یہ بھی مروی ہی کہ آیہ کریمہ کے نازل ہونے سے
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت روئے جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت فرمایا حضرت عمر نے
عرض کیا کہ آجتک روز بروز دین کی ترقی کی توقع تھی مگر یہ آیہ شریفہ خبر دیتی ہی کہ دین اب کمال کو پہونچ چکا اور ہر کمال کو زوال کا
خوف ہی اسلیے میں روتا ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ ہی چنانچہ نزول آیت سے دو مہینے اکیس روز بعد حضرت

انتقال فرمایا۔ کمال افسوس کی بات ہے کہ اس آیہ کریمہ کی تمنا یہودیوں نے یہ کھلکر کی کہ اگر وہ ان پر نازل ہوتی تو اوسکے روز نزول
کو وہ عید قرار دیتے مگر قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر کے بعد کے مسلمانوں نے اسکی یہ قدر کی کہ اپنے عملی حالت سے خاطر خواہ ثبوت دیا جس سے
ارشاد باری سچا نہیں ہے بلکہ دین تکمیل طلب ہے جیسا کہ مسلمانوں نے غیر رسول کے اقوال کو دین میں واجب العمل قرار دینے سے ظاہر ہے
ذرا غور کرکے دیکھا جائے تو کیا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم المرسلین ہونے کا علانیہ طور پر انکار نہیں پایا جاتا کیونکہ
کہ حسب فرمان حضرت رب العزت یہ شان صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیلئے مخصوص ہے کہ امور معاد و معاش میں
مطاع امت ہوں اگر آنحضرت کے سوا اور کوئی مطاع ہونے لگ گیا تو وہ بھی بس خاصہ رسول بن گیا ایسی حالت میں آپ کو ختم المرسلین کے
لقب کا سزاوار نہ رہا (۴) جناب باری کے ارشاد واجب الانقیاد مندرجہ آیہ کریمہ (سورۂ آل عمران) وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ترجمہ اور سب ملکر مضبوطی سے اللہ کے دین کی رسی کو پکڑے رہو اور ایک دوسرے
سے الگ نہ ہو جاؤ۔ کے خلاف قرون ثلثہ کے بعد صراط مستقیم شریعت سے بھٹک جانیکے وجہ سے مسلمانوں میں جو تشتت و تفرقہ
آجتک چلے آرہے ہیں ان کے اسباب و وجوہ رفع کے متعلق ہمارے نظر سے ایک نہایت ہی مہذب اور شائستہ مناظرہ گذرا جس میں نہایت
ہی معقولیت و سنجیدگی کے ساتھ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کی محققانہ بحث اور ان اختلافات کا تصفیہ پایا گیا چونکہ
ایسے مناظرہ کے مطالعہ سے طالب حق کو بشرطیکہ توفیق الٰہی رفیق ہو بصیرت وافی اور فائدہ کافی حاصل ہونے کی امید
بندھ سکتی ہے لہذا بذریعہ ہذا ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے۔ وَاللّٰهُ يُوَفِّقُ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ؕ

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مناظرہ مسعود و سعید فی باب الاتباع والتقلید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسعود۔ ہندوستان مین کوئی شہر کوئی قصبہ ایسا نہین کہ جہان مقلدین اور غیر مقلدین کا آپس مین جھگڑا نہ ہو بہت کتابین اس بحث مین تصنیف ہوئین اکثر جگہ زبانی مباحثہ ہوا مگر اتبک کسی جگہہ اس بحث کی کچھ یکسوئی نظر نہ آئی آپ تو کچھ فرمایے کہ آپکے نزدیک اس بحث کی اصلیت کیا ہے اور بنظر انصاف اس بحث کی یکسوئی کی اور فریقین کے آپس کے اختلاف کے رفع ہوجانیکی صورت کیا ہے۔

سعید۔ صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ تک تو یہ اختلاف اس سبب سے نہین پایا جاتا کہ ان قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر تک آج کل کی رواج یافتہ تقلید کا وجود نہ تھا۔ قرن رابع سے اس طرح کی تقلید کا رواج شروع ہوا اور اسی زمانہ سے یہ بحث چلی آتی ہے جسکی یکسوئی آج تک نہین ہوئی لیکن اگر غور سے دیکھا جاے تو یہ بحث بہت مختصر طور سے طے ہوجانیکے قابل ہے اسلیے کہ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ ان چارون مذہبون کا ملک مین زیادہ رواج ہے اور ان چارون مذہبون کے اصول یہ قرار پاے ہین کہ مسائل دین کے معلوم کرنے

کے لیے اول دلیل قرآن شریف ہی۔ اور دوسری دلیل حدیث شریف اور تیسری دلیل
اجماع اور چوتھی دلیل قیاس۔ دلائل شرعی کی اس ترکیب کے موافق دوم درجہ
کی دلیل کے موجود ہوتے ہوئے چہارم درجہ کی دلیل کی ضرورت نہین ہی اسلیے
جہان جس مسئلہ مین کوئی ضعیف حدیث بھی ان چارون مذاہب کے ائمہ کو ملگئی
ہے وہان انھون نے قیاس کو دخل نہین دیا ہے بلکہ اوس ضعیف حدیث کو قابل
عمل ٹھیراکر اپنا مذہب اسی حدیث کے مضمون کو قرار دیا ہے۔ مثلاً امام ابوحنیفہ رحمۃ
اللہ علیہ نے نبیذ تمر سے وضو کے جایز ہونے کی حدیث کو اور دس روز کی مدت
حیض کی حدیث کو اور دس درہم سے کم مہر کے جایز ہونے کی حدیث کو اور دس
درہم سے کم کی چوری پر ہاتھ کے نہ کاٹنے کی حدیث کو اور جمعہ کی نماز کے لئے شہر
کے شرط ہونے کی حدیث کو قیاس پر مقدم رکھا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
نے طایف کے پاس ایک مقام وج کے شکار کے حرام ہونے کی حدیث کو اور اوقات
کراہتہ مین مکہ مین نماز کے جایز ہونیکی حدیث کو قیاس پر مقدم رکھا ہے اور امام مالک
رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا تو مذہب عام کتابون مین موجود ہی کہ مرسل
حدیث بھی انکے نزدیک قیاس پر مقدم ہی۔ اور یہ سب حدیثین محدثین کے
نزدیک ضعیف ہین۔ اب زمانہ حال کا جھگڑا یہی ہے کہ جن لوگون کو غیر مقلد
کہا جاتا ہے وہ یہی کہتے ہین کہ فقہ کے کسی جزئی قیاسی مسئلہ کے مخالف کوئی صحیح
حدیث مل جاوے تو قیاس سے وہ حدیث مقدم شمار کی جاکر اوس حدیث پر عمل ہونا
چاہیے اور ان کا مقابل فریق اوس کا منکر ہی۔ اب خیال کر لینا چاہیے کہ مذاہب
اربعہ کے ائمہ اربعہ اگر آج زندہ ہوتے تو وہ کس جانب ہوتے۔

مسعود۔ یہ دونون فرقون کی بحث فرضی ہی یا حقیقت مین فقہ کے قیاسی کچھ مسئلے ایسے پائے بھی جاتے ہین کہ جو صحیح حدیثون کے مخالف ہون۔ اگرچہ اس طرح کے فقہی مسائل آپ کو معلوم ہون تو ذرا بیان کیجیے۔

سعید۔ جامع ترمذی کے دیکھنے سے جس مین احکامی حدیثون کے ساتھ مجتہدون کے مذاہب بھی بیان کیے ہین اور اور شرح حدیث کی کتابون کے دیکھنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ بہت سے مسائل ایسے ہین جن مین قیاس فقہی ایک طرف ہی اور حدیث صحیح ایک طرف۔ اُن سب مسائل کا بیان کرنا تو دشوار اور موجب طوالت ہی ان چند مسائل نمونہ کے طور پر بیان کر دیے جاتے ہین۔

(۱) حد حرم مین جس طرح شکار منع ہے صحیح حدیث مین مدینہ منورہ کا بھی وہی حکم ہے۔ لیکن فقہا کے قیاسی اقوال اس کے مخالف ہین

(۲) دودھ پیتے لڑکے کا پیشاب اگر کسی چیز پر ہو تو فقط پانی بہا دینے سے وہ چیز صحیح حدیث کے موافق پاک ہو جاتی ہی لیکن اقوال فقہا اس کے مخالف ہین۔

(۳) صبح کی نماز کی ایک رکعت طلوع آفتاب سے پہلے جس شخص کو مل جاوے تو صحیح حدیث کی رو سے اس شخص کی نماز ہو جاتی ہی لیکن اقوال فقہا اسکے مخالف ہین۔

(۴) نادانی سے یا بھولکر کوئی شخص نماز مین بول اٹھے تو صحیح حدیث مین ہی کہ اُس شخص کی نماز ہو جاتی ہے۔ اقوال فقہا اسکے مخالف ہین۔

(۵) صحیح حدیث کے موافق بغیر ولی کے نکاح جائز نہین۔ مگر اقوال فقہا اسکے مخالف ہین۔

(۶) کم سے کم مہر پر یہان تک کہ ایک لوہے کی انگوٹھی پر بھی صحیح حدیث کے

موافق نکاح جائز ہے۔ لیکن اقوالِ فقہا اسکے مخالف ہین۔

(۷) صحیح حدیث کے موافق ہبہ کے بعد اس سے پھر جانا جائز نہین لیکن اقوالِ فقہا اسکے مخالف ہین۔

(۸) رطب اور تمر کی بیع صحیح حدیث کے موافق جائز نہین۔ مگر اقوالِ فقہا اسکے مخالف ہین۔

(۹) جس گائے یا بکری وغیرہ کے پیٹ مین بچہ ہو تو فقط ماں کے ذبح ہو جانے سے بچہ خود بخود صحیح حدیث کے موافق ذبح ہو جاتا ہے۔ لیکن اقوالِ فقہا اسکو مخالف ہین۔

(۱۰) صبح کی اذان وقت سے پہلے صحیح حدیث کے موافق جائز ہے مگر اقوالِ فقہا اسکے مخالف ہین۔

(۱۱) جو شخص اسلام لاوے اور اسکے اسلام سے پہلے کے نکاح مین دو بہنین ہون تو دونون مین سے جس کو وہ چاہے بعد اسلام کے صحیح حدیث کے موافق چھوڑ سکتا ہے مگر اقوالِ فقہا اسکے مخالف ہین۔ اگرچہ آمین بالجہر رفع الیدین قراۃ فاتحہ خلف الامام جمع الصلوتین کی حدیثین بھی اسی قسم کی ہین لیکن ان حدیثون کے ہر روز کی عام جھگڑون نے ان حدیثون کو ایسا مشہور کر دیا ہے کہ انکا حال بغیر ذکر کرنیکے خود تمکو بھی معلوم ہو گا۔

مسعود۔ جن احادیث کے مخالف یہ فقہی قیاسات آپنے بیان کیے یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ حدیثین منسوخ ہون اسی واسطے فقہانے ان حدیثون کو متروک کر دیا ہو۔

سعید۔ جسطرح معتبر مفسرین نے گنتی کرکے تبلادیا ہے کہ قرآن شریف مین پانچ آیتون سے زیادہ کوئی آیت منسوخ نہین ہے اسی طرح محدثین نے منسوخ حدیثون کی گنتی کر دی ہے جو دس حدیثون کے زیادہ نہین ہین۔ پھر بلا دلیل ہر ایک حدیث کو منسوخ کہدینے کی جرأت کرنا جائز نہین ہے۔

مسعود۔ اصول کا ایک مسئلہ یہ بھی تو ہے کہ جس حدیث پر کسی مجتہد نے عمل نہ کیا ہو اس [illegible]
حدیث پر عمل نہیں ہو سکتا۔ پھر جن حدیثوں کو مجتہدین نے متروک العمل ٹھیرا کر ان حدیثوں
کے مخالف قیاس کو جائز رکھا اب اُن حدیثوں پر عمل کیونکر ہو سکتا ہے۔

سعید۔ تبع تابعین کے زمانہ تک تو تمام علماے اسلام کا بالاتفاق یہ طریقہ تہا کہ حدیث
نبوی پر عمل کرنے کے لئے کوئی شرط اور قید نہ تھی جس کسی کو صحیح حدیث جہاں ملگئی
فوراً اُس پر عمل کر لیا گیا خود ائمہ مجتہدین کا یہ طریقہ تہا کہ حدیث کے ملجانے سے پہلے
جس قول قیاسی کو وہ اپنا مذہب ٹھیراتے تھے حدیث کے ملتے ہی اپنے سابق کے
قول سے رجوع کر کے حدیث کے موافق اپنا مذہب قرار دے لیتے تھے۔

اِسی واسطے ہر مذہب میں اقوال مرجوع عنہ پائے جاتے ہیں۔ اس زمانہ کے بعد
اب جوں جوں زمانہ متاخر ہوتا گیا حدیث کے عمل کے لئے طرح طرح کی قیدیں اور
شرطیں لگتی گئیں اُن ہی قیدوں میں کی ایک قید یہ بھی ہے کہ عام لوگوں کی حدیث پر
عمل کرنیکی شرط یہ ہے کہ کسی مجتہد نے اُس حدیث پر عمل کر لیا ہو اور یہ قید عمرو بن الصلاح
اور ابو عبد اللہ بن حمدان وغیرہ متاخرین نے اس غرض سے لگائی ہے کہ مجتہد لوگ
حدیث کے راویوں کا حال اور صحت حدیث کا حال جانچ کر عمل کرتے ہیں۔ اسلئے
کسی مجتہد کے عمل کر لینے سے حدیث کی صحت کا پورا الیقین ہو جاوے گا۔ ظاہر میں
اگرچہ عمرو بن الصلاح وغیرہ کی یہ قید ایک اچھی قید معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں
یہ قید اِس سبب سے مخدوش ہے کہ مجتہدین کے زمانہ تک صحیح احادیث کے کم یاب
ہونیکے سبب سے مجتہدین ضعیف حدیث کو بھی قیاس پر مقدم کر کے اُس حدیث کو اپنا
مذہب قرار دے لیتے تھے چنانچہ اِس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اِس صورت میں

عمل مجتہد اور صحت حدیث مین ملازمہ نہین ہو سکتا۔ ہان راویون کے حال کی پوری تفتیش
کے بعد محدثین نے صحاح کی کتابون مین جو حدیثین جمع کی ہین وہ بلاشک صحیح ہین جن کی
صحت مین کسیکو گنجائش عذر و اعتراض کی نہین ہے لیکن اس بحث سے قطع نظر کرکے
اب یہ دیکھنا ہے کہ مقلدین اور غیر مقلدین مین جو چند احادیث خلاف مذہب کے عمل کرنے
اور نہ کرنے پر جھگڑا ہے وہ احادیث صحاح کی بھی ہین اور اُن مین کوئی حدیث ایسی
بھی نہین ہے جس پر ایک نہ ایک مجتہد نے عمل نہ کیا ہو اس حالت مین باتفاق علماء متقدمین
و متاخرین صحاح کے مخالف مذہب حدیثین عالم اور عامی سب پر واجب العمل ہین۔ اور ان
حدیثون پر عمل کرنے سے یہ وہم ہرگز نہ کرنا چاہیے کہ عمل کرنے والا شخص مذہب سے
باہر ہو جاتا ہے کیونکہ جب آیمہ مجتہدین کا یہ اصول ہے کہ ضعیف حدیث بھی قیاس پر
مقدم ہے تو کسی مذہب کا پابند عالم صحیح حدیث مخالف قیاس پر فتویٰ دینے سے یا کسی
مذہب کا پابند عامی اُس فتوے پر عمل کرنے سے مذہب سے باہر کیونکر ہو سکتا ہے ہر مذہب
کے علماء سلف کا تو یہ طریقہ ہمیشہ سے رہا ہے کہ اپنے امام کے قول کے سوا کسی دوسرے
امام کے قول کو یا اپنے امام کے قول مرجوع عنہ کو جب اُنہون نے قوی پایا ہے تو
اُس پر فتوے دیکر اُسی کو مفتے بہ قرار دیا ہے اور اُس فتوے پر اُس زمانہ کے عامی
لوگون نے عمل کیا ہے۔ اور اب بھی فقہ کی کتابون اور فتاوون مین وہ مفتے بہ اقوال
موجود ہین مثلاً امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف مین جو خاص امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے
اقوال ہین اُنکو ایک طرف رکھا جاوے اور امام صاحب کی وفات کی تاریخ سے
آج تک کے مفتے بہ اقوال ایک طرف رکھے جاوین تو خود معلوم ہو جاوے گا کہ مذہب
حنفی مین مذہب غیر کے اقوال مفتے بہ کس قدر ہین اور مرجوع عنہ اقوال کسقدر ہے

یہی حال اور مذاہب کا ہے۔ پھر جب اس طرح کے فتوے سے نہ مفتی مذہب سے باہر ہوئے نہ
اُس فتوے پر عمل کرنے سے عامی مذہب سے باہر ہوئے۔ تو اصول مسلّمہ امام کے موافق حدیث
پر فتوے دینے سے مفتی اور اُس فتوے پر عمل کرنے سے عامی اگر مذہب سے باہر ہو جاویں تو
بڑے غضب کی بات ہے۔

مسعود۔ اصول کا مسئلہ ہے کہ قرآن شریف کی کسی آیت کے مضمون پر خبر واحد سے
کوئی مضمون زیادہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس میں حدیث سے قرآن شریف کا منسوخ
ہونا لازم آتا ہے جو جائز نہیں ہے۔ اس اصولی مسئلہ کی وجہ سے یہ احتمال ہو سکتا ہے
کہ جن احادیث کو ائمہ مجتہدین نے متروک العمل قرار دیا ہے وہ احادیث ایسی ہونگی جن کے
عمل سے قرآن شریف کی بعضی آیتوں کا منسوخ ہونا لازم آتا ہوگا۔

سعید۔ ابو الحسن کرخی اور اور متاخرین حنفیہ نے یہ اصولی مسئلہ قرار دیا ہے جسکا ذکر تم نے کیا ہے اور اور علماء نے
ان متاخرین کے اس اصولی مسئلہ کا کئی طرح جواب دیا ہے۔ اول تو یہ کہ ایک حکم سے دوسرے حکم کا عمل بالکل موقوف ہو جاوے
اُسکو منسوخ اور جس حکم کے سبب سے وہ پہلا حکم موقوف ہوا ہو اُسکو ناسخ کہتے ہیں جس طرح
مثلاً آیت میراث سے آیت وصیت کا حکم بالکل موقوف ہو کر اب وصیت فرض نہیں رہی
صحیح حدیثوں میں کوئی حدیث ایسی نہیں ہے کہ جس سے کوئی حکم قرآن شریف کا بالکل موقوف
ہو گیا ہو بلکہ حدیثوں کا مضمون تین حال سے خالی نہیں یا تو قرآن شریف میں جو حکم ہے
وہی حدیث میں بھی ہے۔

اس طرح کی حدیثیں تو گویا قرآن شریف کے مضمون کی تاکید ہے جس طرح مثلاً نماز روزہ
کا حکم قرآن شریف میں بھی ہے اور حدیث شریف میں بھی ہے یا بعضی حدیثیں ایسی ہیں
کہ قرآن شریف میں ایک حکم بالکل موجود نہیں ہے اُس حکم کو اللہ کے رسول نے اللہ

کی طرف سے حدیث مین ارشاد فرمایا ہے مثلاً حائضہ عورت کے نماز روزہ سے باز رہنے کا حکم یا حرمت رشتہ داران رضاعت کا حکم یا بغیر حالت سفر کے رہن کے جائز ہونے کا حکم یا عورت منکوحہ کی پھوپی اور خالہ سے نکاح کے حرام ہونے کا حکم یا حقوق شفعہ کا حکم سبب حکم ازخود اللہ کے رسول کی طرف سے۔ و قرآن کے ایک شرعی احکام ہین اور بموجب آیت مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔ کے یہ سب حکم اسی طرح واجب الاطاعت ہین جس طرح قرآن شریف کے احکام واجب الاطاعت ہین اور ان ہی احکام کو اللہ کے رسول نے صحیح حدیثین اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ فرمایا ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ اس طرح کی حدیثون سے کوئی آیت منسوخ نہین ہے کیونکہ کسی آیت کا کوئی حکم اس طرح کی حدیثون سے موقوف نہین ہوا بلکہ حق یہی ہے کہ یہ وہ جداگانہ شرعی احکام ہین جنکا ذکر قرآن شریف مین نہین ہے۔ اب بعض حدیثین ایسی ہین کہ قرآن شریف کے آیتون کے بیان کے یا تفسیر کے طور پر ہین مثلاً آیہ وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَاۗءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مین دو باتون کے بیان کی ضرورت تھی ایک تو یہ کہ جو عورتین حلال ہوئی ہین ان سے نکاح ہو جانیکے بعد منکوحہ عورت کے سبب سے بھی کوئی عورت ساس کے سوا حرام ہے یا نہین حدیث مین اس کا بیان آگیا کہ منکوحہ عورت کی پھوپی اور خالہ کا بھی عورت کی ماں کا حکم ہے اور یہ دونون بھی حرام ہین۔ دوسرے یہ کہ مہر کا مال کسقدر ہونا چاہیے اسکا بیان بھی حدیث مین آگیا کہ لوہے کی ایک انگوٹھی کے مہر پر بھی نکاح جایز ہے۔ اور مثلاً قرآن شریف مین آیت حِسَابًا یَّسِیْرًا تفسیر کی محتاج تھی اسکی تفسیر حدیث مین آگئی کہ نامۂ اعمال کا بغیر تفتیش کے پیش ہو جانا اس کا نام حساب یسیر ہے۔ اسی بیان اور تفسیر کو متاخرین علماء حنفیہ حدیث سے قرآن کی آیتون کا منسوخ ہو جانا

کہتے ہین لیکن صحابہ اور تابعین کے کلام سے ناسخ منسوخ کی جو تعریف نکلی ہے وہ وہی ہے جو اوپر گذری - وہ تعریف اس بیان اور تفسیر پر ہرگز صادق نہیں آتی کیونکہ اس بیان اور تفسیر سے قران کی کسی آیت کا حکم موقوف نہیں ہوتا بلکہ قران اور حدیث دونون کو ملا کر اس صورت مین عمل ہوتا ہے ناسخ منسوخ کی یہ شان کب ہے کہ اُن دونون کو ملا کر عمل کیا جا سکے علاوہ اسکے مذہب حنفی کی فقہ کی کتابون مین تین سو سے زیادہ مسئلے ایسے ہین جنمین حدیث کو قران کا بیان قرار دیا گیا ہے بلکہ ظاہر الروایت کے مسایل مین خود امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے اکثر مسئلون کی بنا ہی رکہی ہے کہ حدیث کو قران کا بیان قرار دیا ہے اور اصول حنفیہ کا یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ ظاہر الروایت کا ہر ایک مسئلہ متاخرین کے اصول پر مقدم ہے اب یہ بات بڑی غور طلب بات ہے کہ اول تو خود صاحب مذہب کے ظاہر الروایت کے مخالف یہ اصولی مسئلہ ٹہرایا اور پہر تین سو سے زیادہ مسئلون مین جب خود حنفی علما نے اس اصولی مسئلہ کو چہوڑ دیا تو پہر حنفی مذہب مین یہ اصولی مسئلہ کیونکر قایم ہے اور قایم بہی ایسا کہ اسکے بہروسہ پر صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثون پر عمل کرنے سے یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ وہ حدیثین اصول کے مسئلہ کے مخالف ہین یہہ نہین خیال کیا جاتا کہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسہ خود اصول اور قواعد اصول فقہ کے رو سے دوم درجہ کی دلیل اور چہارم درجہ کی دلیل قیاس پر ہمیشہ مقدم پہر چہارم درجہ کی بات کے بہروسہ پر دوم درجہ کی دلیل پر عمل نکرنیکا عذر کیونکر عند اللہ مقبول ہو سکیگا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اوس بیان اور تفسیر حدیثی کو یہ کہا جاویگا کہ اوس سے قرآن شریف کی آیتون کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے تو اُس سے یہ لازم اویگا کہ مجتہدون کے قیاس فقہی سے بہی قرآن شریف کی آیتون کو منسوخ کہا جاوے

کیونکہ جن آیتوں کو اصل ٹھیراکر فروعی قیاسی مسایل اُن آیتوں سے مستنبط کیے جاتے ہین
تو وہی تو آیتون کے مضمون اصلی پر بیان کے طور پر ایک اضافہ ہے پھر صحیح حدیثوں
کے مضمون سے جو کچھ اضافہ آیات قرآنی پر ہوتا ہے اُس اضافہ مین اور اس اضافہ مین
کیا فرق ہے بلکہ حدیث صحیح کے مضمون سے جو کچھ آیت پر کوئی مطلب بیان کے
طور پر بڑھایا جاوے وہ وحی خفی کا مطلب اور عین مراد الٰہی ہے اور قیاسی مطلب مین
احتمال خطا اور ثواب کا موجود ہے اسواسطے اُسکو عین مراد الٰہی نہین کہا جاسکتا چنانچہ
حضرت عمرؓ لوگونکو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنے اجتہادی مسئلہ کو یہ نہ کہا
کرے کہ یہ اللہ کے حکم کے موافق ہے بلکہ یہ کہا کرے کہ میرا قیاس ہے یہ شان اللہ
کے رسول کی ہے کہ جو کچھ وہ فرماتے ہین وہ مراد الٰہی کے موافق ہے حضرت عمرؓ
وہ صحابی ہین جنکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا
تو عمر ہوتے حاصل کلام یہ ہے کہ قیاس کو کلام الٰہی کا بیان قرار دینا اور کلام مورد
وحی صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام الٰہی کا بیان قرار دینے مین تامل کرنا بڑی ناانصافی کی بات ہے
تیسرا جواب یہ ہے کہ علما حنفیہ نے اس اصولی قاعدے کی پابندی کے خیال سے
صحیح حدیثوں پر عمل کرنے سے تو طرح طرح کے عذر پیش کئے ہین اور خود اپنے اس
قاعدے کو چھوڑ کر ضعیف حدیثوں سے قرآن شریف کی آیتوں کے مضمون پر اضافہ
کیا ہے مثلاً آیہ وضو مین یہ حکم تھا کہ نماز سے پہلے ہر نمازی شخص پانی سے وضو کرے
اور اگر مسافرت کی وجہ سے پانی نہ مل سکے یا بیماری کی وجہ سے پانی کا استعمال ممکن
نہ ہو تو تیمم کر لیوے اب پانی سے وضو کرنے اور تیمم کرنیکے بیچ مین علما حنفیہ نے
یہ واسطہ درمیانی نکالا ہے کہ اگر پانی نہ ملے اور نبیذ تمر ملے تو اس سے وضو کر لیوے

چونکہ عرف عرب مین نبیذ تمر کو پانی نہین کہتے اِس لئے قرآن کے مضمون پر یہ اضافہ ہے اور نیز حدیث کے مضمون کے موافق یہ اضافہ قرآن شریف کی آیہ وضو کے مضمون پر کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے اسی طرح آیت مہر وَاَنْ تَبْتَغُوا بِاَمْوَالِكُمْ کے مضمون پر دس درہم مہر کی حدیث سے جو اضافہ کیا ہے وہ بھی ضعیف ہے حاصل کلام یہ ہے کہ ضعیف حدیثون کے مقابلے مین قاعدہ اصولی کو چھوڑ دینا اور صحیح حدیثون کے مقابلے مین قاعدہ اصولی کا عذر پیش کرنا کیسی زبردستی ہے ۔

مسعود ۔ جب ائمہ مجتہدین حدیث نبوی کا اسقدر پاس و ادب کرتے تھے کہ ضعیف حدیث کو بھی اپنے قیاس پر مقدم رکھتے تھے تو یہ کہنا تو ائمہ مجتہدین کی شان مین ایک بے ادبی ہے کہ صحیح حدیثون کو انہون نے جان بوجھکر چھوڑ دیا پھر آخر اس کا سبب ہی کیا ہوا کہ بعض صحیح حدیثین بھی داخل مذہب نہ ہو سکین ۔

سعید ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین وقت بوقت جسطرح قرآن شریف کی آیتین نازل ہوتی تھین آپ انکو لکھوایا کرتے تھے اس احتیاط سے کہ قرآن شریف کی آیتین اور حدیثین مخلوط نہ ہو جاوین جو حدیثین آپ فرمایا کرتے تھے اپنے انکو لکھنے کو منع کر دیا تھا چنانچہ صحیح مسلم مین حضرت ابوسعید کی روایت سے لَا تَكْتُبُوا عَنِّي غَيْرَ الْقُرْاٰنِ کی صحیح حدیث موجود ہے اسی ممانعت کے سبب سے آخر زمانہ تابعین تک کوئی حدیث کی کتاب موجود نہ تھی لیکن اِن دونون عہد مین صحابہ اور تابعین کو زبانی حدیثین یاد تھین آخر زمانہ تابعین اور شروع زمانہ تبع تابعین مین جب فرقہ خارجیہ و قدریہ و رافضیہ کا ظہور ہوا اور احادیث کا انکار ہونے لگا اسوقت سے حدیث اور آثار صحابہ کی کتابون کے جمع ہونیکا طریقہ رائج ہوا سعید بن ابی عروبہ بصری نے ائمہ

تابعی اور بیچ پہنچ تبع تابعی بصری سے پہلے پہل بصرہ مین حدیث اور آثار کی کتابین تالیف کین پہر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا تالیف کی اسمین احادیث آثار صحابہ اور تابعین تبع تابعین کے فتوے بہی شریک کئے گئے پہر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور اور لوگون نے فقط احادیث نبوی کو علیحدہ کرکے مسانید تالیف کین لیکن ابتک صحیح حدیثون کے جدا چھانٹنے کا طریقہ نہ تہا سب سے پہلے مرفوع صحیح حدیثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چھانٹ کر صحیح بخاری تالیف کی اور پہر اور صحاح کی کتابین تالیف ہوئین حاصل کلام یہہ ہے کہ حدیث کے ایک جگہہ جمع ہونے سے پہلے خود صحابہ کو اس طرح کے اتفاقات پیش آئے ہین کہ بعضی حدیثین بعضے صحابہ سے مخفی رہ گئی ہین حضرت عمرؓ جیسے صحابی جنکی شان مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے ان سے چند حدیثین مخفی رہ گئی تہین ناپاک شخص کے تیمم کی حدیث۔ انگلیون کے خون بہا کی حدیث۔ شوہر کے خون بہا مین سے زوجہ کے میراث پانیکی حدیث۔ اسی طرح کی اور چند حدیثین حضرت عمرؓ سے مخفی رہ گئی تہین ایک عرصے کے بعد صحابہ کی بحث و تکرار سے انکو یہ حدیثین معلوم ہوئین یہی حال اور صحابہ اور تابعین کا ہے جسکے تفصیلی قصے شرح حدیث کی کتابون مین موجود ہین اور یہ قصے بہی ان ہی کتابون مین موجود ہین کہ ان ائمہ دین مین سے جس کسی کو اجتہادی فتوی دینے کے بعد کوئی حدیث اُس اجتہادی فتوی کے مخالف مل گئی تو فوراً انہون نے اُس قول اجتہادی کو چھوڑکر حدیث کے موافق اپنا مذہب ٹہیرالیا۔ اور یہی عملدرآمد ائمہ مجتہدین کے زمانے مین رہا چنانچہ ہر مذہب مین اقوال مرجوعہ ابتک موجود ہین وقت واحد مین سب صحیح حدیثین اگر

ائمہ مجتہدین کو ملجاتین یہ بات ہر مذہب مین کبھی نہ ہوتی کہ مذہب مین ایک مسئلہ پہلے قایم
کیا جاتا اور پہر اوس کو مرجوع عنہ ٹھیرایا جاتا غرض بعضی حدیثون کا مثلاً مذہب حنفی
مین اُس وقت داخل نہ ہونیکا یہی سبب ہے کہ صحیح احادیث اُسوقت تک ایک جا جمع
نہ تہین حدیثون کے یاد رکہنے والے لوگ سب ایک بستی مین نہ تھے جسقدر حدیثین
اُس وقت وہلہ اولی مین مل گئین اُنکے موافق مذہب ا فتوی اقرار دیا گیا جس مسئلہ مین
حدیث فی الوقت نہ ملی وہان اجتہاد کیا گیا اسکے بعد وہلہ ثانی مین جب کوئی حدیث مسئلہ
اجتہادی کے مخالف امام صاحب کے زمانہ حیات مین مل گئی تو انہون نے فوراً مسئلہ
اجتہادی کو قول مرجوع عنہ اور حدیث کے موافق مسئلہ کو قول معمول بہا قرار دیا چنانچہ
اپنی وفات سے تین روز پہلے امام صاحب نے بعضے مسایل کو مرجوع عنہا ٹھیرایا ہے
جس کی تفصیل ظاہر الروایۃ کی کتابون مین موجود ہے اب امام صاحب کی وفات کے
بعد امام مالک کی موطا تصنیف ہو کر احادیث آثار صحابہ فتاوی تابعین و تبع تابعین ایک
جگہہ جمع ہو گئے اسلیئے امام محمد اور امام ابی یوسف رحمہما اللہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
سے بحث کر کے حنفی مذہب کے اکثر مسایل کی ترمیم کی چنانچہ ظاہر الروایت کی کتابین
دیکھنے سے اسکی تصدیق بہی ہو سکتی ہے لیکن یہ سب باتین سنہ ۲۰۰ دوسو ہجری
کے اندر کی ہین مرفوع صحیح حدیثون کے چھانٹنے اور جمع کرنیکا زمانہ سنہ ۲۰۰ دوسو ہجری
کے بعد کا ہے اسواسطے صاحبین کو بہی کل صحیح حدیثون کے داخل مذہب کرنیکا موقع
نہین ملا لیکن جبکہ خود امام صاحب اور صاحبین نے یہ طریقہ بتلا دیا ہے کہ جب جو
صحیح حدیث ملجاوے وہ داخل مذہب کر لیجاوے تو اب اِس طریقہ کا اختیار کرنا
عین تقلید اور اِس طریقہ کا چہوڑنا عین لامذہبی ہے اگر یہ غذر کیا جائے کہ

غیر فقیہ مجتہد کے لئے ہے تو اسکا جواب عمرو بن صلاح کے قول کے ذیل میں اوپر گزر چکا
ہے کہ یہ طریقہ باتفاق علماء سے متقدمین و متاخرین غیر مجتہد علماء عامی کے لئے بھی
ہے خاص مجتہدین کیلئے نہیں ہے یہانتک تو ان احادیث کا ذکر ہوا جو امام صاحب
اور صاحبین کے زمانہ تک مجبوری سے داخل مذہب ہوسکین اسکے بعد متاخرین نے
امام صاحب اور صاحبین کے اقوال سے مطالب مستنبط کر کے اصول فقہ کے قواعد بنائے
جو آجتک اصول کی کتابون مین موجود ہین کہ مثلاً خبر واحد سے قران شریف کے مضمون
پر اضافہ نہین ہوسکتا یا راوی فقیہ نہ ہو تو اس کی روایۃ خلاف قیاس مقبول نہین ہوسکتی
ان قواعد کے سبب سے بہی اکثر حدیثین داخل مذہب نہ ہوسکین لیکن جبکہ یہ قواعد امام صاحب
اور صاحبین کے کلام کے تابع اور فرع ہین اور اصل کلام امام صاحب اور صاحبین مین
یہ مذہب قرار پاچکا ہے کہ ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم ہے تو ان قیاسی قواعد کی
پابندی ہو نا کسی صحیح حدیث کا داخل مذہب نہ کرنا امام صاحب اور صاحبین کے طرز
عمل کے بالکل مخالف ہے۔

مسعود۔ قیاس کے باب مین صحابہ اور تابعین کے اقوال مختلف ہین بعضی اقوال سے
تو قیاس کا جائز ہونا نکلتا ہے اور بعضے سے ناجائز اسکا کیا سبب ہے۔

سعید۔ قیاس علت قیاس دلالت قیاس مشابہت قیاس طرد اصول کی کتابون مین
قیاس کی یہ چار قسمین ہین اور اہل اصول کا اسمین بڑا اختلاف ہے کہ فقط قیاس
علت معتبر ہے یا باقی کی قسمین بھی معتبر ہین اور پہر قیاس علت کے معتبر ہونے مین
بھی یہ اختلاف ہے کہ علت منصوص ہونی چاہئے یعنی مقیس علیہ کے ساتھ علت صاف
مذکور ہونی چاہئے قیاسون کی تعریف اور اختلاف کی صراحت کے بیان کرنیکی تو

یہان ضرورت نہین یہان اسیقدر بیان کی ضرورت ہے کہ قرآن شریف مین تینون قیاس حجت اور قیاس دلالت ان دونونکا ذکر اس طرح پر ہے جس سے یہ دونون قیاس بخوبی معلوم ہوتے ہین مثلاً آیت اِنَّ مَثَلَ عِیسٰی عِندَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُن فَیَکُونُ مین یہ ارشاد ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو جو لوگ خدا کا بیٹا کہتے ہین وہ غلطی پر اسوجہ سے ہین کہ وہ لوگ حضرت عیسٰی کے حال کو حضرت آدم کے حال پر قیاس نہین کرتے کہ جو قدرت الٰہی بغیر مان باپ کے حضرت آدم کی پیدائش کا سبب اور علت قرار پائی ہے اوسی قدرت الٰہی سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا بغیر باپ پیدا ہو جانا کیا مشکل ہے اس قیاس مین حضرت آدم مقیس علیہ اور اصل ہین اور حضرت عیسٰی علیہ السلام مقیس اور فرع اور قدرت الٰہی دونون کی پیدائش کے قیاس کرنیکے لئے علت مشترکہ ہے اور آیت وَیَقُولُ الْاِنسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا اَوَلَا یَذْکُرُ الْاِنسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِن قَبْلُ وَلَمْ یَکُ شَیْئًا مین ارشاد ہے حضرت آدم اور حضرت عیسٰی کی طرح دال اور مدلول بالفعل اس قیاس مین اگرچہ اس سبب سے موجود نہین ہین کہ مرکر پھر زندہ ہونیکا وقت ابھی نہین آیا حشر کے دن جب یہ وقت آویگا اور قدرت الٰہی ان منکرین حشر کے دوبارہ زندہ کرنیکی طرف متوجہ ہوگی تو یہ قیاس دلالت بھی قیاس علت بنکر دال اور مدلول دونون آنکھون کے روبرو آجاوینگے لیکن اب بھی اگر یہ منکرین حشر اپنی پیدائش کو یاد کرین تو وہ اس بات پر دلالت کریگی کہ جس طرح پہلے ایک دفعہ یہ لوگ بالکل نیست سے ہست کئے گئے ہین اسی طرح حشر کے دن کئے جاوینگے دونون نیست اور ہست مین کچھ فرق نہین ہے سوا اس دو قسم کے

قیاسونکے اور قسم کے قیاسونکا ذکر قرآن شریف مین اسطرح پر نہین ہے کہ ان قیاسونکو
قیاس جائز کہا جاوے اب ان دونون قیاس کی جائز قسمونکے عمل کرنیکا حکم شرع
مین یہ ہے کہ جب کوئی نص شرعی موجود نہ ہو اُن پر عمل کیا جاتا ہے اور اگر کوئی نص
شرعی انکے مخالف موجود ہو تو اُن پر عمل ناجائز بلکہ حرام ہو جاتا ہے چنانچہ صحیح بخاری مین
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی جو روایت ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ ایک صحابی بلال بن امیہ نے
اپنی بی بی کو ایک شخص شریک بن سحما کے ساتھ بدفعلی کا الزام لگایا اور اُس پر سورہ نور کی لعان
کی آیت نازل ہوئی اور اسلام مین پہلے پہل لعان کا عمل ہوا اسکے بعد انحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اس عورت کے شکم سے اگر بچہ پیدا ہو تو ذرا خیال
رکھنا کہ کسکی صورت کا ہوتا ہے تھوڑے دنون کے بعد بچہ شریک بن سحمار کی شکل کا
پیدا ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اگر لعان کی آیت نازل نہ ہوچکی ہوتی تو مین اس عورت پر
حد زنا جاری کر دیتا اس سے معلوم ہوا کہ گو کسی طرح کا جلی قیاس ہو مگر نص کے مقابل

سلے اسی کے موافق فقہ حنفی مین فتوی ہی ہی چنانچہ درمختار کے قاضی مرافعہ کے باب مین ہے کہ اگر کوئی قاضی قرآن شریف
یا حدیث مشہور یا اجماع کے خلاف محض قیاس سے فیصلہ کریگا تو دوسرا قاضی مرافعہ مین ایسے فیصلے کو بحال اور نافذ نہ رکھیگا۔ بلکہ
توڑ دیگا مثلاً آیت ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کے مخالف جو جانور بغیر بسم اللہ کے ذبح کیا گیا ہو قاضی اگر
ایسے جانور کے گوشت کی قیمت دلانیکا فیصلہ کریگا تو اسکا یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا یا مشہور حدیث کے مخالف کوئی
قاضی اگر یہ فتوی دیگا کہ عورت مطلقہ ثلثہ بدون مباشرت حلالہ والے شوہر کے پہلے کو حلال ہوجاتی ہے تو
اسکا فیصلہ نافذ نہ ہوگا یا اجماع صحابہ کے مخالف اگر کوئی قاضی متعہ کے حلال ہونیکا فیصلہ کریگا تو اسکا فیصلہ نافذ
نہ ہوگا درمختار مین جس مشہور حدیث کی مثال دی گئی ہے حضرت عائشہؓ کی متفق علیہ روایت سے ہے
یہ وہی حدیث ہے جسمین رفاعہ اور عبد الرحمن بن زبیر کا قصہ ہے حاصل اس حدیث کا یہی ہے کہ مطلقہ
ثلثہ عورت بدون مباشرت دوسرے شوہر کے پہلے شوہر کو حلال نہین ہوتی ۔ ۱۲

مین قیاس حرام ہے یہی عمل بالاتفاق صحابہ۔ تابعین اور آیمہ مجتہدین کے زمانہ مین رہا ہے۔ چنانچہ
صحابہ اور تابعین سے جسقدر اقوال قیاس کی اجازت مین ہین انمین یہ تاکیدی شرط موجود
ہے کہ قرآن۔ حدیث۔ اجماع مین جو مسئلہ نہ ہو تو قیاس کیا جاسکتا ہے مجتہد کو آیات اور
احادیث احکام کا جاننا اسلئے شرط ٹھیرا ہے تاکہ کوئی قیاس نص اور اجماع کے مخالف
نہ پڑے۔ آیمہ مجتہدین نے اسی قرارداد کے موافق اپنے صدہا اقوال سابقہ سے رجوع
کیا اسی قرارداد پر اصول فقہ مین شرعی مسائل کی یہ چار دلیلین اس ترتیب سے قرار
پائین کہ۔ اول قرآن۔ دوم حدیث۔ سوم اجماع۔ چہارم قیاس۔ اور مذہب کی تعریف
علما نے یون کی ہے مَذْهَبُ الرَّجُلِ مَا ذَهَبَ اِلَيْهِ وَمَاتَ عَلَيْهِ وفات
سے تین روز پہلے مثلاً جب امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے چند مسائل سے رجوع کرکے
یہ اصولی مسئلہ بتلا دیا ہے کہ جب کسی حنفی مذہب کے قیاسی مسئلہ کے مخالف حدیث
صحیح ملجاوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لیکر مجتہدین کے زمانے تک
کی قرارداد اجماعی کے موافق اُس قیاسی مسئلہ سے رجوع اور حدیث کو داخل مذہب کرنا لازم
ہے تو اب وفات کے بعد کسی اور قرارداد کو امام صاحب کی جانب منسوب کرنا صریح
بہتان ہے زمانہ حیات تک تو حدیث کے ملتے ہی اپنے قیاسی اقوال کو چھوڑ دینے
سے امام صاحب اس بہتان سے بالکل بری رہے تھے لیکن بعد وفات کے بھی
اللہ تعالیٰ نے بعضے معتبر لوگون کو خواب دکھا کر یہ جتلا دیا کہ بعضی روایتین لوگون مین امام
صاحب کی نسبت ایسی مشہور ہین جن سے امام صاحب بالکل بری ہین چنانچہ ابوعمر بن
عبدالبر نے اپنی کتاب جامع فضل العلم مین معتبر اور ثقہ راویون سے مسلسل طور پر روایت
کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کی وفات کے بعد بعضے لوگون نے امام صاحب کو خواب مین

دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کو بخشدیا اور بڑا درجہ دیا ہے۔ خواب دیکھنے والے لوگون نے خواب ہی مین امام صاحب سے پوچھا کہ دین کے فتوے دینے کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپکو یہ درجہ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا فتوے سے بڑھکر تو دنیا مین کوئی ذمہ داری کی چیز ہی نہین ہے مجکو تو اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ میری نسبت دنیا مین بعضے لوگ کچھہ ایسی روایتین منسوب کرتے ہین جن سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مین بالکل بری ہون۔ جو لوگ اپنے آپ کو حنفی مذہب کہتے ہین۔ اور قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ کَذَا اور اَلْمَسْئَلَةُ عَلٰی تَخْرِیْجِ الْکَرْخِیِّ کَذَا وَعَلٰی تَخْرِیْجِ الطَّحَاوِیِّ کَذَا وَعَلٰی مَذْهَبِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ کَذَا کو اور متاخرین نے اصول فقہ کے جو قواعد ٹھیراے ہین انکو غرض بغیر کسی فرق کے اس سب مجموعہ کو خاص امام صاحب کا قول اس شدومد سے قرار دیتے ہین کہ اس مجموعہ کی پابندی کے غلو مین صحیح حدیثون کی مخالفت کی کچھہ پروا نہین کرتے ایسے لوگون کو ذرا اپنا انجام سوچنا چاہئے قیامت کے دن کہین ایسا نہ ہو کہ صحیح حدیثون کی مخالفت کی وجہ سے خدا کے رسول ایسے لوگون سے جدا بیزار ہو جاوین اور جھوٹی نسبت کی سبب سے امام صاحب جدا بیزار ہو جاوین اور پھر یہ لوگ نہ ادھر کے رہین نہ ادھر کے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کی قیاس کے جائز اور ناجائز ہونے کی دونون روایتین صحیح ہین مگر ہر ایک کا محل پہچاننا ہمارا تمہارا کام ہے۔ آجکل ایسے محل کی شناخت نہین کی جاتی اسی واسطے یہ آپس کے روز کے جھگڑے ہین۔ بعضے لوگ نادانی سے یہی کہتے ہین کہ فقہی روایت کے مخالف حدیث پر عمل کرنا مجتہدون کا کام ہے ہمکو تو جو روایت فقہی مل گئی ہین اُسی پر عمل کرنا واجب ہے یہ نہین خیال کرتے کہ جو چیز خود

مجتہد پر حرام ہوگئی وہ اُن پر واجب کونسی شریعت کے حکم سے ہوسکتی ہے اور جس روایت
فقہی کو خود صاحب مذہب نے اپنے جیتے جی کی قرار داد سے خارج مذہب اور قابل رجوع
ٹھیرا دیا اوسکو تم اب بعد وفات صاحب مذہب کے داخل مذہب کیونکر کرسکتے ہو مذہب
صاحب مذہب کی قرار داد کا نام ہے یا دوسرون کی ایجاد کا اسی طرح کی ایجاد تو وہ بہتان
ہے جسکا ذکر اوپر کے خواب مین گزرا خدا سے ڈرو اور اوس بہتان سے توبہ کرو۔
سچ جانو کہ اس طرح کا بہتان امام صاحب کی روح کو سخت ناگوار گزرتا ہوگا۔ جیتے جی
جس شخص نے جو کام نہ کیا ہو وفات کے بعد وہ کام اُس کے ذمہ لگانا کتنے بڑے غضب
کی بات ہے۔ علاوہ اسکے جب ائمہ اربعہ کی بالاتفاق یہ قرار داد ٹھہر چکی ہے کہ ضعیف
حدیث بھی فقہی مسئلہ پر مقدم ہے تو صحیح حدیثون پر روایت فقہی کو مقدم کرکے اُس
روایت فقہی پر جو لوگ عمل کرتے ہین وہ یہ بتلا دین کہ وہ چارون امامون مین سے کس
امام کے مقلد ہین چارون امامون مین سے تو کوئی امام ایسا پایا نہین جاتا جس نے اس
طرح کی تقلید کی اجازت دی ہو یہ تقلید شاید کسی فرضی امام کی ہے جسکو تقلید نہین بلکہ
ایجاد کہنا چاہیے قیامت کے دن جب امامون سے مقابلہ ہوگا اُسدن اس ایجاد کا
حال کھلے گا اِدھر رسول خدا بیزار اُدھر امام بیزار ایسی ایجاد کو خدا کی مار۔ حدیث
خواہ کیسی ہی کیون نہ فرض کی جاوے اُس پر عمل کرنے والے شاید یہ کہہ کر چھٹکارا پا
جاوین گے کہ حدیث رسول پر عمل کرنے کے اشتیاق مین جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا
اُس فرضی ایجاد کے موجدون کا چھٹکارا مَاذَا اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ کے سوال کے
وقت کون سے جواب سے ہوگا سوال وجواب کے وقت اسکا حال معلوم ہو جاویگا۔
قیاس کے ذیل مین متاخرین حنفیہ نے ایک استحسان بھی قرار دیا ہے۔

استحسان اوسکو کہتے ہین کہ قیاس کی طرح کسی اصل شرعی کو مقیس علیہ ٹھیرا کر فتوے نہ دیا جاے بلکہ محض رفع حرج اور مصلحت وقت کی بنا پر فتوی دیا جاے۔ مثلاً آیت وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ مین یہ حکم تہا کہ جب یتیم لڑکا بالغ ہو جاوے اور اُسمین اپنے مال کے ڈھنگ سے خرچ کرنیکی صلاحیت پیدا ہو جاوے تو ولی لوگ اُس یتیم کا مال اُسکے حوالہ کر دیوین لیکن متاخرین کا فتوی استحسان کے طور پر یہ ہے کہ جب یتیم لڑکے کی عمر پندرہ برس کی ہو جاوے تو اُس کا مال اُس کے حوالے کر دیا جاے خواہ اس عمر مین وہ بالغ ہو یا نہ ہو خواہ اُس کو صلاحیت مال کے ڈھنگ سے خرچ کرنیکی پیدا ہو یا نہ ہو۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ام الشافعی مین اس استحسان پر سخت اعتراض کیا ہے اور اس کو قیاس شرعی کی ذیل سے خارج کر دیا محض عقلی علوم مین عقلمند لوگون نے یہ پابندی رکھی ہے کہ منطق کے ہر نظری مسلے کے لئے جب تک امور غیر نظری کو واسطہ نہ قرار دیا جاے اور اُن امور غیر نظری سے ترتیب قیاس کی نہ کی جاوے کسی مسلہ نظری کو ثابت نہین کیا جاتا پھر کیا منطق کے ہر نظری مسلہ کے دلیل عقلی کے محتاج ہونیکی طرح فقہ کا ہر اجتہادی مسلہ دلیل شرعی کا ہر دم محتاج نہین ہے بلاشک محتاج ہے اور آیت وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ اس احتیاج کی پوری دلیل ہے پھر بغیر دلیل شرعی کے صرف استحسان عقلی سے کوئی شرعی حکم کیونکر ثابت ہو سکتا ہے اسی واسطے امام شافعی علیہ الرحمۃ نے صاف لکہا ہے کہ جو لوگ استحسان کے قائل ہین وہ گویا کسی شریعت کے پابند نہین بلکہ وہ خود موجد شرع ہین۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اس سخت اعتراض کا مطلب یہ ہے کہ اگر استحسان

عقلی پر احکام شرعی کا مدار ہوتا تو انبیا کے آنے اور وحی کے نازل ہونیکی ضرورت نہ
تھی بلکہ ہر زمانے کی ہر قوم کا استحسان عقلی ایک شریعت کا حکم قرار پاتا اور استحسان والے
لوگ بوجہ شریعت ٹھہرتے غرض یہ بات نہیں ہے اور بموجب ارشاد شرع لکم
من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراہیم وموسی وعیسی
الآیہ اول صاحب شریعت رسول حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لیکر خاتم
النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک حکم الہی پر ہر شریعت کی بنا رہی ہے تو بموجب
حکم الہی جو طریقے حکم شرعی کے ثابت کرنیکے شریعت محمدی مین قرار پا چکے ہین انکی
علاوہ محض استحسان عقلی سے کوئی حکم شرعی کیونکر ثابت ہو سکتا ہے امام شافعی
علیہ رحمۃ نے استحسان کے ناجائز ٹھہرانے مین ایک دفعہ بہت بڑا خطبہ پڑھا ہے۔
وہ اصل خطبہ بہت طویل ہے مگر اسکا حاصل مطلب یہی ہے جو بیان کیا گیا امام ابو حنیفہ
علیہ الرحمۃ اور امام مالک علیہ الرحمۃ کے مذہب کے کسی قدر رواج کے بعد امام شافعی
علیہ الرحمۃ کا ظہور ہوا۔ اس ظہور کے بعد ان دونون مذہبون کے مسائل پر نظر ڈالنے
سے جو سبب امام شافعی علیہ الرحمۃ کو جدید مذہب قرار دینے کے پیش آئے ہین۔
ان سب کو انھون نے اپنی کتاب ام الشافعی کے شروع مین بیان کیا ہے ان
سببون مین ایک سبب تو یہی استحسان پر فتوی کا رواج تھا جو انکو مناسب نہین
معلوم ہوا۔ اور ایک سبب یہ بھی تھا کہ فقہ کے لئے اب تک کچھ اصول کے قواعد
نہ تھے پہلے پہل انہون نے ہی اصول کے قواعد بنائے تاکہ استخراج مسائل فقہی
کا ایک ڈھنگ قرار پا جاوے ایک سبب یہ بھی تھا کہ حدیث مرسل کو بلا کسی قید کے
حجت قرار دیا جاتا تھا کسی تابعی کا قال رسول اللہ کہکر روایت کرنا اسکو مرسل

کہتے ہین امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے اصول مین یہ قاعدہ قرار دیا کہ مرسل حدیث کو
جب تک کسی دوسری روایت مرسل یا مسند سے قوت نہ مل جاوے اس وقت تک
مرسل حدیث قابل حجت نہین آثار صحابہ مین امام شافعی علیہ الرحمۃ نے یہ قاعدہ قرار دیا
کہ جس قول مین صحابہ متفق ہون وہ قول تو لیا جاوے اور جس قول مین صحابہ
مختلف ہون اور کوئی مرفوع روایت اس قول کے مخالف ہو تو اس قول کو چھوڑ
دیا جاوے اسی طرح اور قواعد بھی اصول فقہ کے قرار دیے ان اصول و قواعد
کو دیکھ کر متاخرین حنفیہ نے بھی اصول فقہ کے قواعد ظاہر الروایت کے مسائل
سے نکال کر بنائے ہ ظاہر الروایت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے ان اقوال کو کہتے
ہین جنکو امام محمد علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیفات مبسوط جامع کبیر وغیرہ مین [illegible] اور
امام ابو یوسف کے اقوال کے جمع کیا ہے یہی ظاہر الروایت کی کتابین مذہب
حنفی کی جڑ ہین ان ہی کتابون مین سے مسائل لیکر مذہب حنفی کی اور کتابین
تالیف ہوئی ہین اور ان ہی ظاہر الروایت کے مسائل سے اور مسائل تخریج کے
طور پر نکالے بھی گئے ہین جنکو تخریج کرخی اور طحاوی وغیرہ کے مسائل کہتے ہین
ظاہر الروایت کے مسائل اور تخریجی مسائل مین بڑا فرق ہے تخریجی مسائل کو
قال ابو حنیفۃ قال ابو یوسف قال محمد نہین کہہ سکتے جس طرح ظاہر الروایت کو اصل
مذہب شمار کیا جاتا ہے اس طرح تخریجی مسائل کو اصل مذہب نہین شمار کیا جاتا چنانچہ
دہ در دہ کے مسئلہ کو اور تیمم کے لئے پانی کے ایک میل دور ہونیکے مسئلہ کو ابن ہمام
اور ابن نجیم نے صاف کہدیا کہ یہ مسائل تخریجی ہین اصل مذہب حنفی کے مسائل نہین ہین
اور خلاف قیاس جو حدیث ہو اسکی روایت مین راوی کے فقیہ ہونیکی تخریجی

شرط جو امام محمد صاحب کے شاگرد عیسیٰ بن ابان نے ٹھہرائی تھی اور اس شرط کے سبب سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مصراۃ کی حدیث داخل مذہب حنفی نہین ہو سکتی تھی اس شرط کو کرخی نے نہین تسلیم کیا اور صاف کہدیا کہ ظاہر الروایت مین حضرت ابو ہریرہ کے رد نے مین جو لکہا تھا کہ کہا یعنی یا پانی پی لینے کے خلاف قیاس حدیث کو خود امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے داخل مذہب کر کے یہ فرمایا ہے کہ اگر حضرت ابو ہریرہ کی یہ روایت نہ ہوتی تو مین قیاس کے موافق مذہب قایم کرتا پھر ظاہر الروایت کے مخالف یہ تخریجی شرط کیونکر تسلیم کی جا سکتی ہے اسی طرح مسایل تخریجی مین اور کبھی باہمی اختلاف ہین تخریجی مسایل کے اختلاف کی طرح ظاہر الروایت کے مسایل مین متاخرین کو اختلاف کا حق حاصل نہین ہے بلکہ امام صاحب اور امام صاحب کے شاگردون مین جس قدر اختلاف ہو چکا اسی پر اختلاف ختم ہے۔ زمانہ حال کے متون شروح اور فتاوون مین سب طرح کے مسایل ہین ظاہر الروایت کے بھی ہین اور تخریجی بھی ہین ہر ایک متن یا شرح یا فتاوے کے تمام مسایل کو خاص امام صاحب یا صاحبین کا قول سمجھنا بڑی غلطی ہے ساری اصول فقہ کی کتابین تخریجی مسایل کی ہین کیونکہ اصول فقہ کے کسی مسلہ کی روایت امام صاحب یا صاحبین کی نہین ہے۔

---

۱ جس گائے یا بکری یا بھینس کا دودھ کسی نے چند دن نہ دوہا ہو اور اسکو جمع کرکے اس گائے یا بکری یا بھینس کے خریدار کو اس غرض سے فروخت کیا ہو کہ وہ وقت واحد مین اسقدر جمع شدہ دودھ دے اور خریدار دھوکا کھا کر اس جانور کو خرید لے اور پھر دھوکا ثابت ہونے کے بعد خریدار اس جانور کو بایع کے ہاتھ واپس کرے تو ایسے جانور دنکو مصراۃ کہتے ہین اور ایسی صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خریدار معاوضہ شیر استعمال شدہ کے ایک صاع کھجور بایع کو ادا کرے لیکن علماء حنفی نے یہ کہا ہے کہ دودھ کے معاوضہ مین دودھ دیا جاتا یا قیمت ایک صاع کھجور کا دیا جانا خلاف قیاس ہے اور حضرت ابو ہریرہ راوی فقیہ نہین ہین اس لئے اس حدیث پر عمل نہین ہو سکتا ۱۲

بلکہ متاخرین نے ظاہر الروایت کے مسایل سے نکالکر یہ قواعد تخریج کے طور پر بنائے ہیں اسی واسطے متاخرین نے یہ قاعدہ قرار دیا ہے کہ ظاہر الروایت کے کسی مسئلہ سے اصول فقہ کا کوئی مسئلہ مخالف نظر آوے تو ظاہر الروایت کا مسئلہ مقدم شمار کیا جاویگا تخریجی مسائل میں متاخرین کا زیادہ اختلاف اس سبب سے ہے کہ تخریج میں یہ شرط ہے کہ ایسی تخریج نہ کی جاوے جو صاحب مذہب کے مخالف ہو بعضے علمائے مذہب نے تخریج میں اس شرط کا پورا خیال نہیں رکھا چنانچہ عیسی بن ابان کا تخریجی قول اوپر گزرا جو امام صاحب کے ظاہر الروایت کے قول کے بالکل مخالف ہے اور حال میں جو جھگڑا ہے کہ بعضی صحیح حدیثیں فقہی قیاس کے مخالف ہوں تو وہ داخل مذہب نہیں کی جاتیں یہ بھی ظاہر الروایت کے مخالف ہے کیونکہ ظاہر الروایت میں یہ صاف قرار داد ٹھہر چکی ہے کہ ضعیف حدیث بھی قیاس فقہی پر مقدم ہے بلکہ ظاہر الروایت کی کتابوں کی تصنیف کی بنا بھی قرار داد ہے کس لئے کہ امام محمدؒ صاحب نے پہلے امام صاحب اور امام ابو یوسف صاحب سے فقہ پڑھی اور پھر مدینہ کا سفر کرکے امام مالک صاحب سے موطا پڑھی اور پھر کوفہ میں آنکر اپنے مذہب کے ہر ایک فقہی مسئلہ کو موطا کی روایات سے ملایا اور بہت سے مسایل فقہی کو موطا کی روایات کے موافق کر دیا اور اوس کے بعد اسی کے موافق ظاہر الروایت کی کتابیں تالیف کیں مبسوط جامع کبیر اور موطا کو جو شخص ایک ساتھ دیکھے تو اوسکو اس بات کی پوری تصدیق ہو سکتی ہے اسی قرار داد کے موافق روزہ میں بھولکر کھانے پینے سے روزہ نہ ٹوٹنے کی حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے جب خلاف قیاس پایا تو یہ نہیں فرمایا کہ یہ خلاف قیاس حدیث مذہب میں داخل نہیں

ہوسکتی بلکہ حدیث کے مخالف قیاس کو چھوڑکر حدیث کو داخل مذہب کیا اور یہ فرمایا۔
لَوْلَا الرِّوَايَةُ لَقُلْتُ بِالْقِيَاسِ یہ وہ ظاہر الروایت کے لفظ ہین جو امام ابو حنیفہ
علیہ الرحمہ نے اپنے موںھ سے فرمائے ہین یہ اون ظاہر الروایت کی کتابون کے
لفظ ہین جو امام ابو یوسف اور امام محمد صاحب کی بحث کے بعد امام صاحب اور صاحبین
کے اتفاقی مسائل کے طور پر مبسوط اور جامع کبیر مین لکھے گئے ہین کیونکہ امام محمد صاحب
جب مدینہ کا سفر کرکے اور امام مالک صاحب سے موطا پڑھکر کوفہ کو واپس آئے
اور اپنے مذہب کے تمام مسائل کو موطا کی روایات سے ملایا اور جہان کہین موطا
کی روایات اور اپنے مذہب کی فقہی روایات مین اختلاف نظر آیا وہان امام ابو
یوسف اور امام محمد صاحب نے باہم خوب بحث کی اس بحث کے بعد جو اقوال امام صاحب
اور صاحبین کے متفق القول اور اجماعی قرار پائے انکو اجماعی طور پر اور جو اختلافی
قرار پائے انکو امام صاحب کا قول علیحدہ اور صاحبین کا قول علیحدہ کرکے امام محمد صاحب
نے مبسوط اور جامع کبیر مین ان سب اقوال کو جمع کر دیا ہے مبسوط اور جامع کبیر
کے دیکھنے سے یہ سب حال کھلتا ہے غرض اس مسئلے مین امام صاحب اور صاحبین
کا قول علیحدہ علیحدہ کچھ نہین ہے بلکہ امام صاحب اور صاحبین کا ظاہر الروایت مین
یہ اتفاقی مسئلہ ہے حال کے تمام متون اور شروح اور فتاوائے فقہ حنفیہ مین
یہ لکھا ہے کہ ظاہر الروایت کے جس مسئلے مین امام صاحب اور صاحبین متفق ہین
وہ مسئلہ ایسا قطعی مفتی بہ ہے کہ اب کسی مفتی کا فتوی اسکے خلاف نافذ نہین ہوسکتا
اب یہ دیکھنا چاہئے کہ ظاہر الروایت کے اجماعی مسئلے مین امام صاحب نے لَوْ
لَا الرِّوَايَةُ لَقُلْتُ بِالْقِيَاسِ کا جملہ جو فرمایا ہے اسکا کیا مطلب ہے اور اس مطلب

آجکل کا جھگڑا کہان تک تصفیہ پا سکتا ہے۔ اس جملہ کے فرمانے سے امام صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جب عرف شرع مین کہانے پینے اور مباشرت سے باز رہنے کا نام روزہ قرار پایا ہے اور آیت اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ۔ کے حکم کے موافق یہ باز رہنا سارے دن کے لئے ہے تو غروب آفتاب سے پہلے اگر کوئی شخص کچھہ کہا لیوے گا یا کچھہ پینے کی چیز پی لیویگا تو قیاس دلالت کے طور پر اسی بات کی دلالت آیت سے نکلے گی کہ اس شخص کا روزہ پورا نہین ہوا لیکن جب حدیث مین یہ آگیا ہے کہ بھول کر کوئی شخص کچھہ کہا لیوے یا پی لیوے تو اسکا روزہ نہین جاتا تو امام صاحب فرماتے ہین کہ اس حدیث کے سبب سے اب مین اس قیاس دلالت کو چھوڑتا ہون اور حدیث کے موافق فتوی دیتا ہون ہان اگر یہ روایت نہ ہوتی تو مین اس قیاس دلالت کے موافق فتوی دیتا اس اتنے بڑے مطلب کو امام صاحب نے ان مختصر الفاظ مین ادا فرمایا ہے کہ لَوْلَا الرِّوَايَةُ لَقُلْتُ بِالْقِيَاسِ۔ باوجود خلاف قیاس ہونے کے جس طرح حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث پر حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے عمل کیا ہے اسی طرح امام مالک امام شافعی۔ امام احمد رحمہم اللہ نے بہی اس حدیث پر عمل کیا ہے صرف امام مالک رحمہ اللہ نے اس قدر اختلاف کیا ہے کہ یہ حدیث فرضی روزہ کے باب مین نہین ہے بلکہ نفلی روزہ کے باب مین ہے اس اختلاف سے اصل مطلب فوت نہین ہوتا کیونکہ اصل مطلب یہ تہا کہ مخالف قیاس کوئی حدیث قیاس کے مقابلے مین آن کر پڑے تو ایسے موقع مین حدیث کو اصول دین مین سے ایک اصل واجب العمل اعتقاد کرکے اس

حدیث پر عمل کیا جاویگا اور حدیث کے مقابلے مین قیاس کو ایک فرع تصور کیا جا کر
چھوڑ دیا جاویگا۔ یا جس طرح اجکل کے لوگ جھگڑا کرتے ہین اُسکے موافق جھگڑا
کرنیوالے لوگونکا قول صحیح ٹھہرے گا کہ خلافِ قیاس حدیث متروک العمل ٹھہرےگی
اور قیاس پر عمل قرار پاویگا خواہ نفلی روزے مین خواہ فرضی مین جبکہ امام مالک
رحمہ اللہ نے بہی حدیث کے داخل مذہب کرنے اور قیاس کے ایسے موقع
چھوڑ دینے مین اور ایمہ کے ساتھہ اتفاق کیا ہے اور ائمہ کے قرار داد پر کچھہ
اعتراض نہین کیا بلکہ اور ایمہ کے مذہب کے علماء نے امام مالک رحمۃ اللہ کے
نفلی روزے کے قرار داد پر اعتراض کیا ہے تو باتفاق ائمہ اربعہ آجکل کے
جھگڑے کا صاف یہ جواب پیدا ہوا کہ جو لوگ مخالف قیاس حدیث کو چھوڑ کر
قیاس فقہی کے پیرو ہین وہ ائمہ اربعہ کے نزدیک سخت غلطی پر ہین اور ائمہ
اربعہ کا طرزِ عمل اِن لوگون کے طرزِ عمل کے بالکل مخالف ہے اور جو لوگ ان
جھگڑے والے لوگون مین حنفی مذہب مثلاً اپنے آپ کو کہتے ہین اُنکے لیے
یہ جواب پیدا ہوا کہ امام صاحب اور صاحبین کے اتفاقی ظاہر الروایت کے
مسئلے کے خلاف نہ کسی حنفی مذہب مفتی کو فتوے جایز ہے نہ عام حنفی مذہب
لوگون کو اُس فتوے غیر نافذہ پر عمل جایز ہے باوجود اِس صاف جواب مذہبی
کے جو لوگ آجکل کے جھگڑون پر آمادہ ہین انکا دعوے حنفیت یا شافعیت سراپا
غلط ہے اور یہ لوگ بلاشک اُن لوگون کی ذیل مین ہین جن لوگون کا ذکر اوپر
کے خواب کے تذکرہ مین تہا۔ بعضے لوگ اِس موقع پر یہ اعتراض کرتے ہین
کہ آجکل خلاف مذہب کسی حدیث پر عمل کرنا ائمہ مجتہدین کی تقلید

اور یہان حدیث کی تقلید کا اختیار کرنا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ایسا
نہیں ہے کہ بغیر راویون کے ذریعے اور واسطے کے ہمکو کوئی حدیث نہین پہونچ
سکتی ہے پہر یہ ذریعہ اور واسطہ آخر راویون کی تقلید نہین تو پہر کیا ہے اسلئے
ہم کو گوارا نہین کہ ایمہ مجتہدین کی تقلید کو چہوڑ کر غیر مجتہد عام راویون کی تقلید کو
اختیار کرین اسکا جواب یہ ہے کہ تقلید اور اتباع مین فرق نہ پیدا کرنے سے یہ
مغالطہ اعتراض وارد کیا جاتا ہے کہ حدیث پر عمل کرنے سے راویون کی تقلید
لازم آتی ہے حالانکہ تقلید اور اتباع مین بڑا فرق ہے کسی شخص کے ذاتی
قول کو بغیر دلیل کے محض حسن ظن کے طور پر تسلیم کیا جاے تو اسکو شرع
مین تقلید کہتے ہین اور کسی شخص راوی سے روایت کے طور پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یا آثار صحابہ کو لیا جاوے تو اوسکو اتباع کہتے ہین
امام احمد رحمہ اللہ اور اکابرین نے تقلید اور اتباع کی تعریف کو اور تقلید کے فرق کو صراحت
سے بیان کیا ہے اگر اس فرق کو تسلیم نہین کیا جاویگا تو یہ لازم آوے گا کہ سوا
اُن صحابہ کے جنہون نے بالمشافہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچہہ حدیثین
سنی ہین باقی کے سب وہ صحابہ جنہون نے دوسرے صحابہ سے احادیث
سنی ہین اور امت کے سارے مجتہدین مقلد بن جاوین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانے مین تو ایمہ مجتہدین مین سے کوئی مجتہد موجود نہ تہا اپنے اپنے
مذہب مین جو احادیث جس مجتہد نے پائی ہین آخر اس زمانے کے راویون کے
ذریعے سے پائی ہین جب اتباع روایتی کا نام بہی تقلید ہے تو پہر سارے ایمہ
مجتہدین مجتہد کیون مشہور ہین مقلد کیون نہین مشہور کئے جاتے آثار امام محمد

جامع عبدالرزاق مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ
امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ کے مذہب کا بہت بڑا حصہ ابراہیم نخعی کی روایات پر مبنی ہے
اس صورت مین حنفی مذہب کے لوگ کیا اس بات کو تسلیم کرین گے کہ امام ابو
حنیفہ علیہ الرحمتہ ابراہیم نخعی کے مقلد تھے۔ اسیطرح امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے نافع
یا مثلاً سعید بن مسیب سے اکثر روایات حاصل کی ہین اور امام شافعی علیہ الرحمتہ
اور امام احمد علیہ الرحمتہ نے اکثر روایات امام مالک رحمہ اللہ سے حاصل کی ہین
تو کیا یہ قول صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ امام مالک نافع یا سعید بن مسیب کے
اور امام شافعی اور امام احمد امام مالک کے مقلد تھے اگر یہ قول صحیح تسلیم کیا
جاسکتا ہے تو پھر لازم آویگا کہ ائمہ اربعہ مین سے کوئی امام مجتہد نہین ہے
سب مقلد ہین۔ پھر معلوم نہین دنیا بھر کے لوگ ائمہ اربعہ کو مجتہد کیون مشہور
کرتے ہین اور اگر یہ قول صحیح نہین تسلیم کیا جاتا تو اکابر دین اسلام نے تقلید اور اتباع
مین جو فرق تبلایا ہے اسکو تسلیم کرنا ضروری ہوگا اور جب اس فرق کو تسلیم کرنا
ضروری ہوا تو جس اعتراض کا اوپر تذکرہ گزرا اس اعتراض کا وارد کرنا ہی غلط
ٹھہرے گا۔ علاوہ اسکے حنفی مذہب کے جو لوگ مثلاً کنز قدوری مین کچھ مسائل
پاکر اون پر عمل کرتے ہین اور اپنے آپ کو حنفی مذہب مشہور کرتے ہین اگر ان
سے یہ سوال کیا جاوے کہ تم لوگ اپنے آپ کو حنفی کیون کہتے ہو کنزیہ اور قدوریہ
کیون نہین کہتے تو غالباً یہی جواب ملے گا کہ صاحب کنز اور صاحب قدوری کے
قول پر ہمنے عمل نہین کیا جو ہم اپنے آپکو کنزیہ اور قدوریہ مشہور کرین بلکہ صاحب
کنز اور صاحب قدوری سے نئے روایت کے طور پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے

اقوال جو بیان کئے گئے تھے ہم نے اُن پر عمل کیا ہے اس واسطے ہم اپنے آپ کو حنفی کہتے ہین اس جواب سے تقلید اور روایت مین خود فرق نکل آویگا اور جس اعتراض کا اوپر ذکر ہوا وہ غلط قرار پاوے گا۔

مسعود جس حدیث کو ایک مذہب کے علما مخالف قیاس کہتے ہین۔ اسی حدیث کو دوسرے مذہب کے علما قیاس کے موافق کہدیتے ہین اس کا کیا سبب ہے؟ علاوہ اس کے متقدمین کی بہ نسبت متاخرین مین یہ بحث زیادہ نظر آتی ہے یہ کس وجہ سے ہے؟

سعید۔ اوپر گزر چکا ہے کہ صحیح قیاس کی دو قسمین ہین جنکا ذکر مدح کے طور پر اور جائز الاستعمال ہونیکے طور پر قرآن شریف مین آیا ہے لیکن بعضے مذہبونمین جس طرح استحسان کے استعمال کا رواج پڑگیا ہے اسی طرح قیاس مشابہت یعنی قیاس شبہ اور قیاس طرد کے استعمال کا بھی رواج ہو گیا ہے قیاس شبہ اسکو کہتے ہین کہ دو چیزون مین محض ایک طرح کی مشابہت خیال کی جاکر ایک چیز کو دوسری چیز پر قیاس کیا جاوے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیو نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مقیس علیہ ٹھہراکر بنیا مین حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی کے چور ہونے کا قیاس کیا تھا اور یہ کہا تھا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ تجربہ کی روسے دو بھائیونکی ایک سی عادت کا ہونا کچھہ لازم نہین ہے اس سبب سے یہ اونکا قیاس صحیح نہین تھا اصول فقہ مین اس قیاس شبہ کا استعمال یون کیا جاتا ہے کہ کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے کا حکم قیاساً پیدا کرنے کے لئے شریعت کے

احکام اشیائے جائز اور ناجائز کے دیکھتے ہین اور جائز اور ناجائز اشیا کے اوصاف پر نظر ڈالتے ہین۔ اس کے بعد جس چیز کے لئے قیاسا حکم پیدا کرنا مقصود ہے اگر اُس مین ناجائز اشیا کے اوصاف کا غلبہ معلوم ہوتا ہے تو اُس شئے کے ناجائز ہونیکا قیاسا فتویٰ دیتے ہین اور اگر اُس چیز مین اشیا جائز کے اوصاف کا غلبہ نظر آوے تو اُس شئے کے جائز ہونیکا قیاسا فتویٰ دیتے ہین مثلاً حضرت ابو سعید خدری کی متفق علیہ حدیث مین حکم ہے کہ سونا چاندی کو کوئی شخص سونا چاندی ہی کے عوض مین خرید کرے تو یہ بیع نقد اور برابر سرابر ہونی چاہیئے۔ قرض اور کم و بیش کی بیع حرام اور سود ہے لیکن حدیث مین صاف یہ سبب بیان نہین کیا گیا کہ کس سبب سے ان دونون چیزون کی قرض اور کمتی بڑھتی کی بیع حرام ہے۔ اب جن علمار کے نزدیک اس بیع کی حرمت کا سبب یہ ٹھہرا ہے کہ ہم جنس چیزون کی قرض اور کمتی بڑھتی کی بیع کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا ہے وہ علمار جن دو چیزون مین ہم جنس ہونیکے اوصاف کا غلبہ پاوینگے اُنکے باہمی قرض اور کمتی بڑھتی کی بیع کو ناجائز قرار دینگے۔ اور جن دو چیزون مین یہ غلبہ نہ پاوین گے اُن کی اس طرح کی بیع جائز قرار دین گے۔ قریب قریب قیاس شبہ کے چوتھی قسم کا قیاس طرد ہے۔ اُس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً یون کہا جاوے کہ تیل سے وضو جائز نہین ہے کیونکہ تیل مین کشتی نہین چلائی جاتی اور جس چیز مین کشتی نہین چلائی جاتی اُس کا حکم پانی کا نہین ہوسکتا اور جس چیز کا حکم پانی کا نہ ہو اُس سے وضو جائز نہین ہے یہ قیاس طرد ماوردیار الشہر ادوار

اُس کے اطراف مین زیادہ ہے۔ قیاس شبہ اور قیاس طرد ان دونون قیاسون کا
وصفِ مشترک اصل مقیس علیہ مین صاف اور متعین نہین ہوتا عقلی اٹکل سے وصفِ
مشترک پیدا کیا جاکر قیاس قایم کیا جاتا ہے اور اس عقلی اٹکل سے وصف مشترک
مین اختلاف واقع ہوتا ہے کسی کے نزدیک ایک چیز وصف مشترک قرار پاتی ہے
اور کسی کے نزدیک دوسری۔ مثلاً بعضے علما کے نزدیک سونے چاندی ہی مین
ہم جنس ہونا کمتی بڑھتی اور قرض کی بیع کا سبب صرف نہین ہے بلکہ انکے
نزدیک سونے چاندی ہی کا تولنے کی اشیا مین کا ہونا وصفِ مشترک ہی حاصل
کلام یہ ہے کہ وصفِ مشترک کے اختلاف کے سبب سے ہر ایک قیاس جدا قایم
ہوتا ہے اب کوئی قیاس حدیث کے موافق پڑتا ہے اور کوئی مخالف جن کا
قیاس حدیث کے موافق ہوتا ہے وہ حدیث کو قیاس کے موافق تبلاتے ہین۔
اور جنکا قیاس حدیث کے مخالف پڑتا ہے وہ حدیث کو قیاس کے مخالف تبلاتے
ہین۔ مثلاً صحیح مسلم مین حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ درخت پر پھل بیچنے
کے بعد اُس پھل پر کچھ آفت آجاوے تو بقدر نقصان کے قیمت گھٹ جاوی گی۔
اب بعضے مذہب کے علما نے اس بیع کو بیع قطعی پر قیاس کرکے یہ قرار دیا
کہ جب خریدار کا قبضہ ہوچکا اور بیع قطعی ہوچکی تو بیع قطعی کے بعد بایع کی
قیمت کا گھٹانا خلافِ قیاس ہے۔ اِس لئے اِس خلافِ قیاس حدیث پر عمل
نہین ہوسکتا اور بعضے مذہب کے علما نے اس بیع کو بیع بالخیار پر قیاس کرکے
حدیث کو قیاس کے موافق اور واجب العمل ٹھہرایا اور یہ کہا کہ ثمرہ کی تیاری تک
جبکہ درختون کو پانی دینا بایع کے ذمے ہے تو ثمرہ کی تیاری تک خریدار کا پورا

قبضہ نہین ہے اس واسطے یہ صورت بیع قطعی کی ہین ہے بلکہ بیع باقیماسکی صورت اور خریدار کے کامل قبضہ سے پہلے جو کچھ نقصان ہوا ہے اُس کے پورے کرنیکا ذمہ دار بایع کو قرار دینا عین قیاس ہے حاصل کلام یہ ہے کہ برابر کے درجے کی دو دلیلین متخالف ہون تو اُن دونون مین سے متاخر کو ناسخ اور متقدم کو منسوخ قرار دینا البتہ ایک اصول کی بات ہے۔ قیاس اور حدیث برابر کی دو دلیلین نہین ہین پھر جو لوگ مخالف قیاس حدیث کو منسوخ کی طرح متروک العمل اور قیاس کو ناسخ کی طرح واجب العمل ٹھہراتے ہین وہ بلاشک غلطی پر ہین اور پھر قیاس بھی وہ قیاس جسکا وصف مشترک محض عقلی اٹکل سے پیدا کیا گیا ہو اہل سنت کے مخالف جس قدر فرقے۔ جبریہ۔ قدریہ۔ معتزلہ۔ رافضیہ۔ خارجیہ۔ وغیرہ ہین اُن سب سے اہل سنت کا یہی جھگڑا ہے کہ اِن فرقون نے نصوص شرعیہ پر عقلی باتون کو ترجیح دی ہے جب اہل سنت مین بھی یہ رواج جاری رکھا جاویگا کہ عقلی قیاس حدیث نبوی سے مقدم ہوگا تو معلوم نہین کہ اہل سنت کو اُن مخالف فرقون سے جھگڑا کرنیکا پھر کونسا موقع باقی رہے گا۔ سب سے زیادہ صحیح اور جلی قیاس کی قسم تو وہ ہے کہ اصل مقیس علیہ مین سبب حکم کا خود ذکر کیا گیا ہو مثلاً جس طرح آیت اِلَّا اَنۡ یَّکُوۡنَ مَیۡتَةً اَوۡ دَمًا مَّسۡفُوۡحًا اَوۡ لَحۡمَ خِنۡزِیۡرٍ فَاِنَّہٗ رِجۡسٌ اور حدیث اِنَّ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ یَنۡہَیَانِکُمۡ عَنۡ لُحُوۡمِ الۡحُمُرِ فَاِنَّہَا رِجۡسٌ سے ہے کہ اس آیت اور حدیث مین ان چیزون کے حرام ہونیکا سبب فرما دیا ہے کہ یہ چیزین نجس ہین اب جس چیز کی نجاست شریعت مین ثابت ہوگی اُس چیز کی حرمت اس آیت اور حدیث پر قیاس کرکے ضرور ثابت ہوسکتی ہے کیونکہ آیت اور حدیث مین بطریق کلیہ کے

یہ حکم ہے کہ ہر نجس چیز حرام ہے اس طریقے کی قیاس کے مخالف کوئی حدیث کبھی نہین
ملنے کی۔ رہا وہ قیاس علۃ جسمین حکم کے سبب کا ذکر اصل مقیس علیہ مین موجود نہ ہو اس
حکم کے سبب کو عقلی اٹکل سے نکالا جاتا ہے۔ اسوجہ سے یہ قیاس ہر ایک کا مختلف
ہوتا ہے مثلاً حضرت ابو سعید خدری کی متفق علیہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہر جنازہ کو دیکھہ کر کھڑے ہونیکا حکم تو فرمایا مگر اس حکم کا سبب کچھہ نہین فرمایا۔
اب بعضے صحابہ نے تو اس حکم کا سبب یہ نکالا کہ جنازے کے ساتھہ فرشتے جو
ہوتے مین ان فرشتون کی تعظیم کے لئے یہ حکم ہے اور مومن کافر ہر شخص کے جنازہ
کے لئے یہ حکم عام ہے اور بعضے صحابہ نے یہ کہا کہ ایک یہودی عورت کے جنازہ کو
دیکھہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے اور شاید سبب اسکا یہ تھا
کہ ایک یہودی عورت کے جنازہ کو اپنے سر مبارک سے اونچا ہونا مکروہ
تصور فرمایا اب ان صحابہ کے نزدیک یہ حکم کافر شخص کے جنازہ کے ساتھہ مخصوص
ہے۔ قیاس علۃ کی اس آخری قسم کی طرح کبھی قیاس دلالت مین بھی مقیس علیہ
کی دلالت مقیس پر دقت طلب ہوتی ہے مثلاً جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے حدیبیہ کے قصے سے پہلے مکہ معظمہ مین امن سے داخل ہونیکا اور مناسک
حج ادا کرنیکا خواب دیکھکر صحابہ سے اس خواب کو بیان کیا اور حضرت عمرؓ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے حدیبیہ کا سال سمجھہ گئے اور حقیقت مین وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فتح مکہ کے سال سے تعلق رکھتا تھا اس سے
یہ معلوم ہوا کہ ہر ایک شخص کا ہر ایک قیاس کا ہر وقت صحت پر ہونا کچھہ لازمی
نہین ہے کیونکہ حضرت عمرؓ جیسے سلیم الرائے صحابی جنکی رائے کے موافق

چند آیتین قرآن شریف کی نازل ہوئی ہین چنانچہ بدر کے قیدیون کے باب مین ازواج مطہرات کے پردے کے باب مین۔ مقام ابراہیم کے مصلی ٹھہرانے کے باب مین۔ ازواج مطہرات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب نان ونفقہ کا جھگڑا کیا تہا تو اُسوقت ازواج مطہرات کے طلاق کے باب مین عبد اللہ بن ابی منافق کے جنازہ پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کے باب مین جو آیات نازل ہوئی ہین یہ آیات اُسی مضمون کے موافق ہین جس مضمون کا حضرت عمرؓ نے وحی کے نازل ہونے سے پہلے اپنی رائے سے تذکرہ کیا تہا پہر باوجود اس کے اس مسئلہ قرارداد سال حدیبیہ مین حضرت عمرؓ کا قیاس صحت پر نہین تہا اور جس طرح ایک شخص کا قیاس ہر وقت صحت پر نہین ہوتا اسی طرح دویا چند مجتہدون کے مختلف قیاسات کسی مسئلہ مین ہون تو ایسے موقع پر ہر مجتہد کا قیاس صحت پر نہ ہوگا بلکہ ایسی صورت مین صواب ایک مجتہد کی جانب ہوگا اور باقی قیاسات خطا پر ہونگے۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہ کی متفق علیہ حدیث مین آچکا ہے کہ جو کوئی شخص حکم شریعت مین اجتہاد کرے اور اوسکا اجتہاد صحت پر ہو تو اُس کا دوہرا اجر ہے اور جو کوئی شخص اجتہاد کرے اور اُسکا اجتہاد خطا پر ہو تو اُسکا اجر اکہرا ہے۔ شرح حدیث کی کتابون مین لکھا ہے کہ دوہرے اجر والے کو ایک اجر اجتہاد کی محنت اور مشقت کا ہے اور دوسرا اجر قیاس کے صحت پر ہونیکا اور اکہرے اجر والے کا اجر فقط اجتہاد کی محنت و مشقت کا ہے اب بعضے علما کا یہ مذہب جو قرار پایا ہے کہ محل اختلاف مین ہر مجتہد کا قیاس صحت پر ہوتا ہے یہ مذہب اس صحیح حدیث کے مخالف ہے

کیونکہ جب محل اختلاف مین ہر مجتہد کا قیاس صحت پر ہوتا تو پھر اکھرے اجر کا کوئی مجتہد دنیا مین موجود نہ ہوتا حالانکہ حدیث مین اکھرے اجر کے مجتہد کا صاف ذکر ہے پھر ہر مجتہد صواب پر کیونکر ہو سکتا ہے قطع نظر اسکے اگر محل اختلاف مین ہر مجتہد کا قیاس صحت پر مانا جاوے تو شریعت مین امر جایز ناجایز جمع ہوجاویگا کیونکہ بعضی جگہہ محل اختلاف مین ایک مجتہد کا اجتہاد ایک چیز کے جایز ہونیکا ہوتا ہے اور دوسرے مجتہد کا اجتہاد اُس چیز کے ناجایز ہونیکا مثلاً اوپر کی مثال مین کافر کے جنازہ کے لئے قیام کو جو صحابہ مخصوص کہتے ہین اُن کے نزدیک مسلمان کے جنازہ کے لئے کھڑا ہونا ہرگز جایز نہین ہے اور جو صحابہ مومن اور کافر کے جنازے کے باب مین اس حکم کو عام کہتے ہین اُن کے نزدیک مسلمان کے جنازے کے لئے کھڑا ہونا جایز ہے غرض یہ ہے کہ جبکہ جو قیاس یقینی صحیح ہے (قیاس علت کی قسم اول) اس کے مخالف کوئی حدیث مل نہین سکتی اور باقی کی قسمین قیاس کی جن کے مخالف حدیث تو ملسکتی ہے لیکن قیاس کی اُن قسمون پر صحت کا پورا یقین نہین کیا جا سکتا تو طریقہ نجات کا یہی ہے کہ ایسی صورت مین حدیث پر عمل کیا جائے اور قیاس کو متروک العمل قرار دیا جائے متاخرین نے ایسی صورت مین جو حدیث کے متروک العمل ٹھہرانے کا اور قیاس پر عمل کرنیکا طریقہ قرار دیا ہے وہ ائمہ مجتہدین کے طرز عمل کے بالکل مخالف ہے اسی واسطے متاخرین مین یہ بحث زیادہ ہے۔

مسعود۔ جس طرح مذہب حنفی مین قیاس مذہب کا ایک جزو قرار پایا ہے

اسی طرح مذہب مالکی شافعی حنبلی مین مذہب کا ایک جزو قیاس ٹھہرایا گیا ہے پھر
حنفیون کو تو لوگ اہل الرائے کہتے ہین اور اور مذہب کے لوگونکو اہل الرائے نہین
کہتے اسکا کیا سبب ہے۔
سعید۔ قیاس تو صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین سب کے مذاہب کا ایک جزو ہے فقط قیاس
شرعی کو مذہب کا ایک جزو قرار دینے سے کوئی کسیکو اہل الرائے مشہور نہین کرتا
یہ ایک بات عام لوگون مین مشہور ہوگئی ہے کہ جن مذہبون مین قیاس ایک جزو
ہے وہ اہل الرائے ہین اور جو لوگ قیاس کے منکر ہین وہ ظاہریہ ہین حالانکہ
یہ غلط ہے بلکہ حقیقت مین بات یہ ہے کہ جو لوگ آثار صحابہ آثار تابعین اور قیاس
کے بالکل منکر ہین جیسے ابن حزم وغیرہ ان لوگون کو تو ظاہری کہتے ہین اور
ظاہری فرقے کے مقابلے مین جتنے مذاہب مجتہدین اہل سنت کے ہین
ان سبکو اہل الرائے نہین کہتے بلکہ فقط حنفیون کو اہل الرائے کے نام سے
لوگون نے زیادہ مشہور کر دیا ہے سبب اسکا یہ ہے کہ تخریج مذہب مین جس
طرح یہ شرط ہے کہ کوئی تخریجی مسئلہ صاحب مذہب کے اقوال کے مخالف
نہین ہونا چاہیے اسی طرح تخریج مین یہ بھی شرط ہے کہ کوئی تخریجی مسئلہ
حدیث اور آثار صحابہ کے بھی مخالف نہین ہونا چاہیے لیکن متاخرین حنفیہ
نے تخریج کے وقت ان دونون شرطون کا خیال نہین رکھا چنانچہ پہلی شرط
کے فوت ہو جانے کا ذکر تو اوپر عیسیٰ بن ابان کے قول کے تذکرہ مین گزر
چکا ہے دوسری شرط کے فوت ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً جب تخریج
کے طور پر اصولِ فقہ کا یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ اَلْخَاصُّ مُبَیَّنٌ لَا یَلْحَقُہُ الْبَیَانُ

اس وقت یہ خیال نہین رکھا گیا کہ آیت وَاسْجُدُوْا وَارْکَعُوْا خاص ہے حدیث لاتجزی صلوۃ الرجل حتی یقیم ظہرہ کو آیت کا بیان نہ قرار دیا جاویگا تو قاعدہ تخریجی صحیح حدیث کے مخالف ٹہریگا اسی طرح مثلاً جب تخریج کے طور پر اصولِ فقہ کا یہ قاعدہ قرار دیا گیا کہ العام قطعی کالخاص تو یہ خیال نہین رکھا گیا کہ آیت فاقرؤا ما تیسر من القرآن عام ہے اسکی تخصیص حدیث لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب سے نہ کی جاویگی تو صحیح حدیث کا عمل قاعدہ تخریجی کے سبب سے متروک ہوجاویگا۔ اسی طرح کی اور بہی مثالین اصول فقہ کی کتابون مین اس طرح سے موجود ہین کہ جس قاعدہ اصولی کے سبب سے کوئی صحیح حدیث متروک ہوئی ہے اُسکا اعتراض مذہب غیر کے علما کی طرف سے وارد ہوا اور اوس اعتراض کے جواب اصولِ فقہ کی کتابون مین اپنے اصولی قاعدہ کو بنا ہنے کے لئے طرح طرح سے دئے ہین۔ لیکن یہ جواب بھی عقلی ڈھنگ کے تھے اور وہ قاعدہ تخریجی بہی عقلی ڈہنگ کے۔ اسلئے اور مذہب کے علما نے مذہب حنفی کا نام مذہب اہل الرائے مشہور کردیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ متاخرین کی اس طرح کی تخریج کے طفیل سے مذہب حنفی اہل الرائے کے مذہب سے نامزد ہوگیا ورنہ امام صاحب اور صاحبین تک کے عہد کا صراحت سے اوپر اجماع بیان ہوچکا ہے کہ اُن کے نزدیک حدیثِ ضعیف بھی قیاس پر مقدم ہے اور انہی متاخرین کی تخریج کے سبب اور اثر سے آجکل کے جھگڑون کا وجود دنیا مین بلکہ ہر بستی کے گلی کوچے مین پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس تخریج کا قدم درمیان مین نہ ہوتا تو جس طرح امام صاحب اور صاحبین بلکہ ائمہ اربعہ کا اتفاق اوپر بیان ہوچکا اُس کے موافق جب کبھی کوئی صحیح حدیث روایتِ فقہی کے مخالف نظر آتی بغیر کسی

جھگڑے کے ہر مذہب کے مفتی لوگ اُسکے موافق فتوی دیدیتے اور مستفتی لوگ اُس فتوے پر عمل کر لیتے اور آجکل کی طرح کوئی جھگڑا مسلمانون مین کھڑا نہ ہوتا بالکل اُسی طرح مسلمانون کی زندگی آپس کے اتفاق سے بسر ہوتی جس طرحکی زندگی صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانے مین بسر ہوتی تھی۔ لیکن خدا بھلا کرے اِس تخریج کا جس نے یہ جھگڑا کھڑا کر دیا اور اس جھگڑے کے رفع ہونے کی اُسوقت تک کسی طرحکی کوئی اُمید نہین جب تک حال کے حنفی لوگ تخریج اور اصل مذہب کے فرق کو خوب نہ سمجھین اور یہ نہ خیال کرین کہ انھون نے اصل صاحب مذہب کے مذہب کا التزام اپنے ذمے لیا ہے متاخرین کی تخریج کا اِس طرحکا التزام اپنے ذمے ہرگز نہین لیا کہ اِس تخریج کے التزام کے سبب سے اصل مذہب بھی ہاتھ سے جاتا رہے تو جائے لیکن تخریج کی پابندی ہاتھ سے نہ جائے اِس تخریج کے زمانے مین اگر امام صاحب یا صاحبین زندہ ہوتے اور اس طرح اُنکے اکثر ظاہر الروایت کے مسلون کے مخالف تخریج اُن کی نظر سے گزرتی تو سب سے زیادہ وہ خود اِس طرحکی تخریج کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے بڑے غضب کی بات ہے کہ جس چیز کو اصل صاحب مذہب نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اُسکو آج لوگ بڑی رغبت بلکہ اعتقاد کی نگاہ سے دیکھ رہے ہین اور پھر اپنے آپ کو اُن ہی صاحب مذہب کا پیرو اور مقلد مشہور کرتے ہین۔ اپنی مُہر مین اپنے آپ کو حنفی کندہ کراتے ہین لیکن مبسوط اور جامع کبیر کے مسائل کے سخت مخالف ہین۔ کیا یہ کتابین امام محمد صاحب کی تالیف کی ہوئی نہین ہین کیا اِن کتابون مین امام صاحب اور صاحبین کے اقوال اُنکے جا

جمع نہین ہوئے کیا ان کتابون کو متاخرین سے نے یہ رتبہ نہین دیا کہ ان کتابون کی
ہر ایک روایت اصول فقہ کے ہر ایک مسئلہ پر مقدم ہے۔ کیا اصول فقہ کی کتابین متاخرین
حنفیہ نے ان ظاہر الروایت کی کتابون کو بنا قرار دیکر نہین بنائین اگر یہ سب باتین
صحیح ہین تو ان ظاہر الروایت کی کتابون مین تو یہ مسئلہ موجود ہے کہ ضعیف حدیث
قیاس پر مقدم ہے پھر جھگڑا کیا باقی ہے۔ آیا وہی اصول فقہ کے تخریجی مسائل ان
تخریجی مسائل کے سبب سے جو لوگ صاحب مذہب کو چھوڑتے ہین وہ چھوڑ دین۔ اور
اپنا نام آج سے حنفی نہ رکھین۔ کیونکہ صاحب مذہب کے چھوڑ دینے کے بعد پھر
کس طرح حنفی باقی رہ سکتے ہین ہم تو اصل حنفی ہین۔ تخریجی نہین ہین اس لئے
ان تخریجی مسائل کے سبب سے ہم تو صاحب مذہب کو کسی طرح نہین چھوڑ سکتے۔
نہ اپنے دوستون کے لئے یہ شیوہ پسند کرتے ہین۔

مسعود۔ مسائل قیاسی مین تو ائمہ اربعہ کے اختلاف کی وجہ ظاہر ہے۔ کیونکہ ہر مجتہد
کا قیاس جدا ہے۔ لیکن یہ جو مشہور ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمتہ اور امام احمد علیہ الرحمتہ
اجماع کی بعضی صورتون کو بھی اجماع نہین قرار دیتے ذرا بیان کیجے کہ وہ
کونسی صورتین ہین جنکو مذہب شافعی اور حنبلی مین اجماع نہین قرار دیا ہے اور
ان صورتون کو اجماع قرار نہ دینے کا سبب کیا ہے اور وہ صورت اجماع
کی کونسی ہے کہ جو باتفاق آئمہ اربعہ مقبول ہے۔

سعید۔ کچھہ اوپر چالیس مسائل امام مالک رحمہ اللہ کی موطا مین اس طرح کے
ہین کہ جن مین امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے اہل مدینہ کا عملدرآمد اجماع کے طور پر
بیان کیا ہے اب یہ تو ظاہر بات ہے کہ جس زمانہ کا مدینہ کا یہ عملدرآمد امام مالک

رحمہ اللہ نے موطا مین بیان کیا ہے اُس زمانے مین سب صحابہ مدینہ مین ایک جگہہ موجود نہ تھے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعے کے بعد اکثر صحابہ کوفہ۔ شام۔ مصر وغیرہ کی طرف چلے گئے تھے اور صحابہ کے منتشر ہو جانیکی وجہ سے علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو ایک جگہہ مدینے مین تھا وہ جگہہ جگہہ منقسم ہو گیا تھا چنانچہ یہ امر امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک بھی مسلم الثبوت قرار پا چکا ہے کس واسطے کہ جب خلیفہ ہارون رشید نے امام مالک رحمہ اللہ سے سب اسلامی بستیون مین موطا کے موافق عمل جاری ہو جانے کی استدعا کی تو امام مالک رحمہ اللہ نے یہی جواب دیا کہ اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم جگہہ جگہہ مقیم رہ چکے ہین اور ہر ایک صحابی کی معلومات کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہہ پھیل گیا ہے اسلیئے جو حالت ہے وہی قایم رہنے دینی چاہیئے خاص موطا کے موافق عمل پر لوگونکو مجبور کرنا مناسب نہین ہے اس قصہ کا ذکر شروح موطا اور تواریخ خلفا مین تفصیل سے موجود ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اہل مدینہ کے جس عملدرآمد کا ذکر امام مالک علیہ الرحمۃ نے موطا مین کیا ہے وہ عملدرآمد دو حال سے خالی نہین یا تو وہ عملدرآمد ایسا ہے کہ اہل مدینہ کے ساتھ اُس زمانہ کے اور اسلامی بستیون کے لوگ متفق تھے اس عملدرآمد کے اجماع قابل حجۃ اور قابل دلیل شرعی ہونے مین امام شافعی علیہ الرحمۃ اور امام احمد علیہ الرحمۃ کو کچھہ زیادہ اختلاف نہین ہے ہان اہل مدینہ کا جو عملدرآمد ایسا ہے جسمین ایسی اسلامی بستیون کے اُس زمانے کے علما کو اختلاف ہے جن بستیون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مقیم رہ چکے ہین تو ایسے عملدرآمد کو امام شافعی علیہ الرحمۃ اور امام احمد علیہ الرحمۃ اجماع نہین

قرار دیتے بلکہ خاص اہل مدینہ کا ایک عملدرآمد اُسکو قرار دیتے ہین اور اور بستیون کے
عملدرآمد پر اُسکو کچھہ ترجیح نہین دیتے بعضے علمار نے یہان اعتراض کیا ہے کہ مدینہ
علم دین کا اس طرح کا دار العلم ہے کہ وہان کا خاص عملدرآمد بھی اور بستیون کے عملدرآمد
پر ترجیح دینے کے قابل ہے اسکا جواب اور علمار نے یہ دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حیات مین آپکی ذات کے سبب سے اور آپکی وفات کے بعد آپکے
صحابہ کرام کے سبب سے مدینہ منورہ دار العلم قرار پایا ہے اور مدینہ مین رہ کر
جس مسئلہ پر صحابہ نے اتفاق کیا وہ مسئلہ اجماعی قرار پایا اور جس مسئلہ پر سب صحابہ
متفق نہ ہوئے وہ مسئلہ اختلافی ٹھیرا۔ اب حضرت علی حضرت عبد اللہ بن مسعود
معاذ بن جبل۔ ابو موسی اشعری۔ ابو درداء عبادہ بن صامت جس زمانے مین
ایسے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ مدینے مین موجود نہ تھے اُس زمانہ کا عملدرآمد
بغیر شراکت اِن صحابہ کے اجماع کیونکر قرار پا سکتا ہے کیا مدینے مین رہنے تک
کے زمانہ مین اِن بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو دین کے مسائل مین اتفاق
اختلاف کرنیکا حق حاصل تھا مدینے سے باہر قدم رکھتے ہی اُنکا وہ حق زائل ہو گیا
قطع نظر اسکے خلفائے بنی اُمیہ اور خلفائے عباسیہ کے عہد مین یہ دستور تھا کہ
مدینے مین سرکاری ایک مفتی رہتا تھا اور ایک محتسب مفتی جو کچھہ فتوے دیتا تھا
محتسب بستی کے لوگون مین اُس فتوے کے موافق عمل کرا دیتا تھا یہی عملدرآمد
کہلاتا تھا اور اِن فتوؤن مین بعضے فتوے ایسے بھی ہوتے تھے جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لیکر صحابہ رضی کے زمانہ تک کے عملدرآمد کے مخالف
تھے علمائے شافعیہ اور حنبلیہ نے اپنی کتابون مین اِن فتوؤن کو صراحت سے

بیان کیا ہے۔ مثلاً نماز مین فقط ایک طرف سلام پھیرنے کا مسئلہ اور بیع مین خیار مجلس کا مسئلہ وغیرہ اور خود امام مالک رحمہ اللہ اور لیث بن سعد مصری رحمہ اللہ سے جو اس باب مین خط کتابت ہوئی ہے اُن خطون مین بھی ربیعہ بن عبدالرحمن اور ابن شہاب زہری سے اس طرح کے فتوون کی شکایت لیث بن سعد نے امام مالک رحمہ اللہ سے کی ہے۔ یعقوب بن سفیان نسوی کی تاریخ مین اِن خطون کی نقل ہے۔ جبکہ موطا کے اہل مدینہ کے عملدرآمد مین وہ فتوے بھی شریک ہین پھر اس طرح کے عملدرآمد کو اجماع کیونکر کہا جاسکتا امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک بھی وہ عملدرآمد اجماع نہین ہے اس واسطے انھون نے خلیفہ ہارون رشید سے تمام اسلامی بستیون مین موطا کے موافق عمل جاری ہونے سے انکار کیا تاکہ ہر ایک اسلامی بستی مین غیراجماعی مسایل کے عمل کی بابت نزاع نہ پیدا ہوجاوے۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہے کہ اہل مدینہ کے اسطرح کے عملدرآمد کے مخالف کوئی حدیث ملجاوے تو امام شافعی علیہ الرحمۃ اور امام احمد علیہ الرحمۃ اُس حدیث پر عمل کرتے ہین اور اہل مدینہ کے اُس عملدرآمد کو چھوڑ دیتے ہین اور اس پر دلیل یہ پیش کرتے ہین کہ حضرت عمرؓ کے عہد مین اہل مدینہ کا عملدرآمد یہ تھا کہ شوہر کے خون بہا کے مال مین سے اُسکی زوجہ کو حصہ نہین دیتے تھے اور حضرت عمرؓ بھی اسی عملدرآمد کے پابند تھے مدینہ کا یہ عملدرآمد سن کر مدینے کے اطراف کے رہنے والے ایک صحابی ضحاک بن سفیان کلابی نے حضرت عمرؓ کو لکھ کر بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ایک شخص اشیم ضبابی کے خون بہا کے مال مین سے اُسکی زوجہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ دلوایا ہے اس

حدیث کو سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ مین اس حدیث کے موافق
عمل جاری کرا دیا اور مدینے کا پہلا عملدرآمد بالکل موقوف کر دیا اس سے جمہور صحابہ کا
اجماعی مسئلہ یہ قرار پایا کہ مدینے کے عملدرآمد پر حدیث مقدم ہے ضحاک بن سفیان
کی یہ حدیث ترمذی مین ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے ضحاک بن
سفیان کی یہ حدیث پھر مدینے مین ایسی مشہور ہوئی کہ مدینے کے فقہائے سبعہ
مشہورہ مین سے سعید بن مسیب اس حدیث کے راوی قرار پائے ارکان اسلام
مین کی فقط ایک نماز مکہ مین فرض ہوئی باقی کے ارکان روزہ حج زکوۃ جہاد سب
مدینہ مین فرض ہوئے اس واسطے بہ نسبت مکے کے آیات احکامی کا نزول
مدینے مین زیادہ ہوا اسی طرح ہجرت سے پہلے مکہ مین سو کے اندر صحابہ کی
تعداد تھی ہجرت کے بعد وہ مکی صحابہ بھی ہجرت کرکے مدینے مین آگئے اور مدنی
صحابہ کی تعداد ہزارہا کی ہوگئی ہر ایک نے اپنی ضرورت کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم وقت بوقت مسائل پوچھے اور آپ نے اون مسائل کے جواب دیے اس
وجہ سے احکامی احادیث کا بھی جو کچھ ظہور ہوا وہ مدینے مین ہی ہوا۔ ان وجوہات سے
بہ نسبت مکے کے مدینہ زیادہ تر دار العلم اور دار الاحکام مشہور ہے اور جب مدینہ کا عملدرآمد
حدیث نبوی کے مقابلے مین بے اصل ہے تو مکہ کا عملدرآمد بدرجہ اولی اس حکم مین
داخل ہے لیکن مدینے کے دار الاحکام ہونے کے سبب سے اگرچہ علماء زیادہ
تر احکام شرعی کے باب مین مدینے کا ہی ذکر خاص طور پر کیا کرتے ہین مگر صراحت
کی غرض سے مکہ کا ایک واقعہ ذکر کر دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مکے مین عملدرآمد
تھا کہ طواف زیارت سے پہلے خوشبو کا استعمال نہین کرتے تھے جب سالوین

خلیفہ بنی امیہ سلیمان بن عبد الملک نے حج کیا تو ان خلیفہ نے مکے کے اس عملدرآمد کو
دیکھ کر بہت سے علماء کو جمع کیا اور اس عملدرآمد کا حال دریافت کیا حضرت ابو بکر
صدیق کے پوتے حضرت قاسم بن محمد نے حضرت عائشہ کی حدیث پیش کی جس میں
حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ رمی جمار کے بعد طواف سے پہلے انہوں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگائی اس پر خلیفہ نے اس عملدرآمد کو قائم نہیں کہا
اور اس وقت جسقدر تابعی علماء وہاں موجود تھے انھوں نے اس کو تسلیم کیا
اس سے معلوم ہوا کہ مکے اور مدینے کے عملدرآمد کا صحابہ کے نزدیک ایک ہی
حکم تھا کیونکہ اس کے سوا صحابہ میں کوئی اور بات مشہور ہوتی تو بیشک تابعی علماء اس سے
ضرور واقف ہوتے اور اسوقت خلیفہ کے سامنے ضرور اس کو بیان کرتے
حدیث صحیحین میں حضرت عائشہ کی روایت سے موجود ہے فقہ حنفی میں اب بھی مکے کے
عملدرآمد کے موافق روایت موجود ہے کہ طواف زیارت سے پہلے خوشبو کا
استعمال جائز نہیں ہے مگر اس روایت کو لفظ قیل سے ضعف کے ساتھ بیان کیا گیا ہے
غرض مکے اور مدینے کے اس طرح کے چند قصے ہیں جنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ حرمین کا وہی عملدرآمد صحابہ اور تابعین کے نزدیک مقبول ہے جس عملدرآمد کے
مخالف کوئی حدیث نہ ہو حال کے زمانے کے بعضے لوگ مکے اور مدینے کے
عملدرآمد کو جو مسائل شرعیہ کی سند میں پیش کرتے ہیں ان کو صحابہ اور تابعین کا یہ
اجماع یاد رکھنا چاہیے کہ صحیح حدیث کے مخالف کوئی عملدرآمد حرمین کا مقبول
نہیں ہے یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اوپر جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ
جس عملدرآمد میں اہل مدینہ کے ساتھ اور اسلامی بستیوں کے اس زمانے کے

لوگ بھی متفق ہیں اس کے قائل دلیل شرعی اجماع ہونے میں بھی امام شافعی علیہ الرحمۃ
اور امام احمد علیہ الرحمۃ کو کچھ زیادہ اختلاف نہیں اس سے کیا مراد ہے کیا ان اجماع سب
میں بھی امام شافعی علیہ الرحمۃ اور امام احمد علیہ الرحمۃ کو کچھ اختلاف ہے اس سوال کا جواب
یہ ہے کہ ہاں کسی قدر اختلاف ہے تفصیل اوسکی یہ ہے کہ صحابہ کا یہ اجماع دو قسم کا ہے
ایک نقلی ہے دوسرا اجتہادی نقلی وہ ہے کہ جمہور صحابہ متفق طور پر کسی قولی یا فعلی یا تقریری
حدیث کو نقل اور روایت کریں یہ بڑی پکی اجماعی روایت ہے اگر کوئی منفرد روایت
ہیں جمہور صحابہ کی روایت کے مخالف ہوگی تو اس پر یہ جمہوری روایت مقدم رہے
گی جسطرح ثقاہت رواۃ کے سبب سے مثلاً صحیحین کی احادیث اور روایتوں پر مقدم ہیں۔
اجتہادی اجماع جس طرح شوہر کے خون بہا میں سے اوسکی زوجہ کو حصہ نہ دینے پر
اجتہاداً صحابہ کا اجماع ہوگیا تھا اسی طرح کے اجتہاد پر منفرد روایت مقدم ہے اور دلیل
اوسکی وہی ضحاک کی منفرد روایت کا قصہ ہے حاصل اس اختلاف کا یہ ہے کہ نقلی اجماع
منفرد روایت سے مقدم ہے اور منفرد روایت اجتہادی اجماع سے مقدم ہے
اسی واسطے ائمہ اربعہ نے ہر طرح کی روایت کو اپنے اجتہادی پر
مقدم رکھا ہے۔

مسعود ایک معین امام کی تقلید کو بعضے لوگ واجب کہتے ہیں اور بعضے حرام اسکا
کیا سبب ہے۔ اور دونوں فریق میں سے صحیح اس باب میں کسکا قول ہے۔

سعید یہ مسئلہ بڑے جھگڑے کا ہے ہزار گیارہ سو برس سے اس میں جھگڑا
چلا آتا ہے اور کسی طرح سے طے نہیں ہوتا یہ تو اوپر حدیث اور فقہ دونوں سے
معلوم ہو چکا کہ ایک طرف حدیث صحیح ہو اور دوسری طرف قیاس فقہی تو ایسے

موقع پر خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہائے مذہب نے قیاس فقہی پر عمل کرنے
کو ممنوع اور حرام ٹھیرایا ہے اس طرح کے موقع پر جو کوئی مفتی یا قاضی حدیث صحیح
کو چھوڑ کر کسی معین امام کی تقلید کا فتوی یا حکم دیتا ہے اس کا فتوی اور حکم درمختار کی
اوپر کی عبارت کے موافق نافذ ہونے کے قابل نہیں اور جبکہ صاحب مفتی کا فتوی
اور قاضی کا حکم نافذ ہونے کے قابل نہ ہوا اسکی پیروی اور تقلید کا واجب ہونا تو
درکنار وہ بلاشک حرام ہے جو لوگ ایک امام معین کی تقلید کو حرام کہتے ہین وہ ایسے
ہی موقع پر کہتے ہین ظاہر الروایت کی کتابون مین امام ابی یوسف اور حسن بن زیاد
دونون سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہماری
مسایل ہماری ایسی ایک رائے اور قیاس ہے کہ باوجود کمال کوشش کے اس سے
سوا اور کچھہ ہم کو نہین پہونچ سکا جو کچھہ ہم کو پہونچ سکا ہے اس سے بہتر اگر
کوئی روایت ہم کو ملجاوے تو اسی وقت ہم اس کے موافق عمل کرنے اور اپنا
مذہب قرار دینے کو تیار ہین۔ امام ابو یوسف جیسے راوی جنکو مذہب کی روایتون
مین امام صاحب کے بعد امام ثانی کہا جاتا ہے اور امام محمد صاحب کی تصنیف کی کتابون
کی یہ روایت اور خود امام صاحب کا یہ قول جسکی روایت کی جاتی ہے غرض امام صاحب
اور صاحبین کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ قیاسی مسئلہ سے بہتر جس وقت کوئی روایت ملجاوے
تو ہم فوراً اس پر عمل کرنے اور اسکو اپنا مذہب ٹھیرانے کو تیار ہین یہ ایک اصولی مسئلہ ہے
کہ جسکو امام صاحب نے اپنے عقیدتمندون کے لئے وصیت کے طور پر قرار دیا ہے
اور امام ابو یوسف صاحب اسکے راوی قرار پائے ہین اور امام محمد صاحب نے
بلا اختلاف اسکو اپنی کتابون مین بیان کیا ہے حاصل اس اجماعی اصولی مسئلہ کا یہ ہے کہ

قیاس مذہبی کا ہر ایک مسئلہ اُسوقت تک امام صاحب کا مذہب باقی رہتا ہے جب تک اُس سے
بہتر کوئی روایت بہم نہ پونہچے جب کوئی قیاس سے بہتر روایت بہم پہنچ گئی تو خواہ وہ
مسند حدیث ہو خواہ قول صحابی اُس روایت کے مخالف جو قیاس ہوگا وہ امام صاحب
اور صاحبین کا مذہب باقی نہین رہ سکتا کیونکہ ہمارا اعتقاد تو امام صاحب اور صاحبین
کی نسبت یہ ہے کہ قرارداد مذہب کے وقت جو حدیثین مشہور نہین بلکہ سنہ ۲ سو ہجری
کے بعد مشہور ہوئین۔ اگر امام صاحب اور صاحبین کی حیات مین وہ حدیثین اس طرح
مشہور اور صحیح ہو جاتین جس طرح انکی وفات کے بعد ہوئین تو اپنے اُس اجماعی اصولی
مسئلہ کے موافق وہ تینون امام ضرور اُن حدیثون پر عمل کرتے اور وہی اپنا مذہب قرار
دیتے اور جسقدر قیاسی مسائل اُن صحیح حدیثون کے مخالف تھے اُن سے رجوع کرکے
اُن پر عمل حرام ٹھیراتے اور پھر مالکی شافعی حنبلی مذہب جداگانہ ہرگز قرار نہ پاتا پھر معلوم نہین
کہ زمانہ حال کے حنفی لوگ اس چیز کے واجب ہونیکا دعوی کیونکر کرتے ہین جس چیز
کو امام صاحب اور صاحبین بالاجماع حرام ٹھہرا چکے ہین اور اسکے حرام ہونے کی بابت
اصولی مسئلہ قرار دے چکے ہین اب ہم اپنے اس اعتقاد کے ثبوت مین امام صاحب
اور صاحبین کا وہ عمل پیش کرتے ہین جو ان تینون امامون نے اپنی حیات مین ہمارے
اعتقاد کے موافق جاری رکھا ہے تاکہ صاف معلوم ہو جاوے کہ جس طرح بالاجماع
ان تینون امامون نے وہ اصولی مسئلہ قرار دیا تھا اُسی کے موافق حسب موقع اُنھون نے
اپنی زندگی مین عمل بھی کیا۔ ظاہر الروایت مین پہلے امام صاحب کا مذہب یہ تھا کہ
نذر مطلق اور نذر معلق دونون مین نذر کا پورا کرنا ضروری ہے لیکن جب امام صاحب
کو یہ حدیث معلوم ہوگئی کہ کفارہ نذر کا وہی ہے جو کفارہ قسم کا ہے تو امام صاحب

فوراً اپنے پہلے قیاسی قول کو چھوڑ دیا اور نذر معلق مین حدیث کے موافق کفارے کا
فتویٰ دیا اور نذر کا پورا کرنا ضرور نہین رکھا نہر الفائق مین یہ مسئلہ تفصیل سے ہے نذر
مطلق وہ ہے جسمین کوئی شرط نہ ہو مثلاً یون کہنا کہ خدا کے واسطے مین ایک مہینے
کے روزے رکھونگا۔ نذر معلق وہ ہے جس مین کوئی شرط بھی ہو۔ مثلاً یون کہنا
کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوگا تو مین ایک مہینے کے روزے رکھون گا نذر کے
کفارے کی جس حدیث کا ذکر اوپر گزرا وہ حدیث صحیح مسلم مین عقبہ بن عامر کی روایت
سے ہے خلیفہ ہارون رشید کی مجلس مین جب امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابو
یوسف رحمہ اللہ سے بحث ہوئی اور امام مالک رحمہ اللہ سے چند صحیح روایتیں امام
ابو یوسف رحمہ اللہ کو معلوم ہوئین تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فوراً اپنے مذہب
کے قیاسی مسائل کو چھوڑ کر ان روایتون کے موافق اپنا مذہب قرار دیا جسکی تفصیل
تاریخ اور ظاہر الروایت کی کتابون مین موجود ہے امام محمد صاحب رحمہ اللہ نے
امام مالک رحمہ اللہ سے مدینے جا کر جب موطا پڑھی تو اپنے مذہب کے بہت سے
قیاسی مسائل کو چھوڑ کر موطا کی روایات کے موافق اپنا مذہب قرار دیا مبسوط کے
مسائل اور موطا کے روایات کو ملانے سے اسکی تصدیق ہو سکتی ہے امام صاحب
کی وفات کے بعد صحیح روایات کے ملجانے کے سبب سے مذہب کے ایک تہائی
سے زیادہ مسائل مین صاحبین نے امام صاحب سے اختلاف کیا ہے۔ کتب فقہ کے
دیکھنے سے اسکا حال کھل سکتا ہے۔ مذہب مین جو شخص اپنے اصول اور فروع
جدا گانہ قرار دیوے اسکو مجتہد مطلق کہتے ہین جسطرح مذہب حنفی مین امام ابو حنیفہ
علیہ الرحمۃ اور جو شخص اصول مین تو دوسرے مجتہد کا تابع اور پیرو ہو لیکن ان اصول

ملحوظ رکھکر قرآن شریف حدیث اور اجماع سے فروع جدیدہ قیاسًا نکال سکتا ہو اُسکو مجتہد فی المذہب کہتے ہین جسطرح مذہب حنفی مین صاحبین اور زفر اور حسن بن زیاد اور جو شخص اصول اور فروع مین تو مجتہد مطلق سے اختلاف نہین کرسکتا اور نہ قرآن شریف حدیث اور اجماع سے کوئی جدید مسئلہ نکالنے کا اُس کو حق ہے ہان اس قدر اُسکو حق ہے کہ کسی مسئلہ خاص مین مجتہد مطلق اور مجتہد فی المذہب سے روایت نہ پائی جاتی ہو تو امام کے مسایل مین سے وہ کوئی مسئلہ نکال سکتا ہے اُسکو مجتہد فی المسائل کہتے ہین جسطرح مثلًا مذہب حنفی مین خصّاف اور طحاوی اور ابوالحسن کرخی وغیرہ ان تینون قسم کے مجتہدون کے جو لوگ اصحاب تصحیح اصحاب تخریج اور اصحاب ترجیح کہلاتے ہین اُنکا شمار مقلدون مین ہے مجتہدون مین نہین۔ اصحاب تخریج کا فقط یہ کام ہے کہ مذہب کے کسی مجمل مسئلہ کی تفصیل بیان کردیوین اور اصحاب ترجیح کا یہ کام ہے کہ مذہب کی دو روایتون مین سے ایک کی ترجیح بیان کرین اصحاب تصحیح ترجیح شدہ مسایل کو صحت کے ساتھہ منتخب کرکے اپنی کتابون مین اُنکو نقل کرتے ہین اور جن دلیلون سے فرض۔ واجب۔ سنت۔ مستحب ثابت ہوتا ہے انکی اقسام نہر الفائق اور طحطاوی وغیرہ مین تفصیل سے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کے واجب ثابت کرنیکے لیے کوئی ایت تاویل شدہ یا حدیث صحیح غیر تاویل شدہ درکار ہے اس قرار دادِ مذہبی کے موافق مجتہد فی المذہب سے کمتر درجے کے لوگ مثلًا صاحب ہدایہ و صاحب کنز و صاحب قدوری وغیرہ جبکہ بذاتہ قرآن شریف اور حدیث سے کوئی مسئلہ نکالنے کا منصب نہین رکھتے تو خود امام صاحب یا اُونکے مجتہد فی المذہب کسی ایت قرآنی تاویل شدہ یا حدیث صحیح غیر تاویل شدہ

استنباط کرکے وجوب تقلید امام معین کا کوئی مسئلہ ظاہر الروایت مین قایم کرتے تو وہ مسئلہ بلا شک
مذہب کا ایک مسئلہ قرار پا سکتا تہا اگرچہ اوس مسئلہ مین بھی ایک یہ بحث باقی رہتی کہ اطاعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض قطعی اعتقادی فعلی ہے اس کے مقابلے مین واجب اصطلاحی
فقہی کیونکر راجح قرار پا سکتا ہے غرض حدیث صحیح مخالف مذہب پر اس صورت مین
بھی عمل کرنا ضرور تہا ورنہ واجب اصطلاحی کی رعایت سے فرض قطعی کا انکار لازم
آتا جو حد کفر تک پہونچ جانے کا جرم ہے اب جبکہ امام صاحب یا صاحبین کی کوئی
روایت امام معین کی تقلید کے واجب ہونے کے باب مین نہین ہے بلکہ اوس کے خلاف
مین امام صاحب اور صاحبین بالاجماع ضعیف حدیث تک کو قیاس پر مقدم رکھتے ہین اور صاف
لفظون مین اپنے مقلدون کو یہ ہدایت فرماتے ہین کہ قیاس سے بہتر جب کوئی روایت
ملجاوے تو ہم اُسکو اپنا مذہب قرار دینے کو فوراً تیار ہین پہر معلوم نہین جو حنفی لوگ مخالف

ف حنفی مذہب مین فرض کی دو قسمین ہین ایک فرض قطعی اعتقادی ہے جسکا عمل اور اعتقاد دونون فرض ہین جسطرح پانچون وقت کی
نماز کہ پانچون وقت کی نماز کا پڑھنا بھی فرض ہے اور اُنکی فرضیت کا اعتقاد بھی فرض ہے دوسرا فرض عملی اجتہادی ہے جس طرح وتر کی نماز
اسکا عمل ضروری ہے فرضیت کا اعتقاد ضروری نہین ہے۔ پہلے فرض کا منکر کافر ہے۔ دوسرے کا منکر کافر نہین ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قسم اول کا فرض ہے کیونکہ آپکے قول پر عمل بھی ضروری ہے اور آپکی اطاعت کا منکر کافر ہے
واجب اس فرض عملی سے بھی کمتر ہے جو اس فرض عملی اور سنت کے مابین مین ہے۔ اب فرض کیا جاوے کہ اگر
تقلید مذہب معین واجب بھی ہوتی تو اوس کے یہ معنے ہوتے کہ جہان حدیث صحیح نہ ہو تو مذہب معین کے مسائل قیاسی پر
عمل واجب ہے یہ معنے نہین ہو سکتے تھے کہ باوجود موجود ہونے حدیث صحیح کے فرض قطعی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
چھوڑکر واجب اصطلاحی پر عمل کیا جاوے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ جس شخص کے ذمے وتر ہون بغیر ادا کرنے وتر کے اس شخص
کے صبح کے فرض نہین ہوتے حالانکہ حنفیہ کے نزدیک وتر فرض عملی مین پھر معلوم نہین کہ اطاعت رسول فرض قطعی
کو چھوڑکر تقلید مذہب معین کے واجب کو کیونکر ادا کیا جاتا ہے اور واجب بھی وہ کہ ابتک کسی ڈھنگ کی دلیل سے ثابت نہین ہوا

مذہب صحیح حدیثون پر عمل کرنے مین طرح طرح کے عذر پیش کرتے ہین اُن سے کہئے یہ عذر کون
سے امام کے مذہب کے موافق ہین اگرچہ اوپر بیان کر دیا گیا ہے کہ مخالف مذہب صحیح حدیث
پر عمل کرنے سے کوئی مقلد اپنے مذہب سے باہر نہین ہوتا لیکن ذیل مین معتبر حنفی عالمونکا
اصل قول بھی اس باب مین جو کچھ ہے وہ نقل کیا جاتا ہے تاکہ یہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاوے

وهو هذا اذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك
مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به فقد صح عنه انه
قال اذا صح الحديث فهو مذهبي ه

ابن عابدین نے خاص امام ابوحنیفہ سے روایت کے طور پر اس مسئلہ کو اپنی تصنیفات مین
ذکر کیا ہے اور علامہ پیری نے شرح اشباہ مین اور محمد امین نے حاشیہ درمختار مین
اور اور معتبر علماء حنفیہ نے اپنی کتابون مین اسی قول کو نقل کیا ہے اور یہ اصل عبارت
ابن الشحنہ شارح ہدایہ کی ہے جو اوپر نقل کی گئی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب امام صاحب نے
صاف یہ فرما دیا ہے کہ مذہب کے قیاسی مسائل اُسی وقت تک حنفی مذہب کے مسائل کہلاوینگے
جب تک ان مسائل کے مخالف کوئی صحیح حدیث نہ ملجاوے جس وقت کوئی صحیح حدیث ان
قیاسی مسائل کے مخالف ملجاوے گی تو یہ قیاسی مسائل پھر حنفی مذہب کے مسائل باقی نہ رہینگے
بلکہ یہ مسائل حنفی مذہب کے قول مرجوع عنہ قرار پا کر مذہب سے خارج ہو جاوینگے
اور صحیح اور لایق عمل مذہب حنفی وہی مضمون قرار پاوے گا جو صحیح احادیث کا مضمون ہے
اور اپنی حیات کے زمانے مین امام صاحب اور صاحبین نے اُسی کے موافق عمل کر کے
بھی جتلا دیا جسکا ذکر اوپر گزر چکا اور معتبر حنفی مذہب کے علماء نے اس بات کی صراحت
بھی کر دی کہ امام صاحب کی ہدایت مذہب کے مجتہد علماء کے لئے خاص نہین ہے بلکہ

مقلد لوگون کے لئے بھی ہے اور کوئی مقلد اس طرح کے قول سے ہرگز ہرگز مذہب سے
باہر نہین ہوتا اور یہ عذر جو تھا کہ عام مقلد لوگ حدیث کی صحت غیر صحت منسوخ غیر منسوخ
عام خاص تاویل غیر تاویل مطلق مقید وغیرہ سے واقف نہین۔ اسکا جواب بھی انکھون
کے سامنے ہے کہ فقہ سے زیادہ حدیث کی خدمت ہو کر یہ سب امر طے ہوگئے اسطرح
صراحت سے حدیث کی کتابون کی جدا احکامی احادیث کی جدا شروح لکھی گئین کہ جسطرح
فقہ مین سے معمولی عالم شخص خود دیکھ کر اور ان پڑھ شخص اس عالم کی مدد سے ہر طرح کا
مسئلہ دریافت کرسکتا ہے اسی طرح حدیث کا حال ہے۔ ان سب امور کے طے
ہو جانے کے بعد عند اللہ عند الرسول بلکہ عند الامام تو کوئی عذر حدیث صحیح پر عمل کرنیکا
باقی نہین رہا۔ بیجا ضد اور اصرار کا ہان البتہ کوئی جواب نہین ہے لیکن اس بیجا ضد
اور اصرار کا نتیجہ یہ ہے کہ صحیح حدیثون پر تو بیجا اصرار اور ضد نے عمل نہین کرنے دیا اور
جن روایات فقہی کی رعایت کے سبب سے یہ بیجا ضد پیدا ہوئی تھی وہ روایات امام کا
قول مرجوع عنہ قرار پاکر مذہب سے بالکل خارج ہوگئین کیونکہ عام کتب حنفیہ کی کتاب القاضی
مین صاف لکھا ہے کہ قول مرجوع عنہ پر نہ فتویٰ جائز ہے نہ اس مسئلہ کو امام کی طرف
منسوب کرنا جائز ہے۔ اب یا تو امام صاحب پر یہ اُلاہنا باقی رہا کہ حدیث صحیح کے مضمون
کو مذہب ٹھہرا کر روایت فقہی مخالف مذہب کو انھون نے قول مرجوع عنہ کیون قرار دیا
یا علمائے حنفیہ پر یہ الاہنا باقی رہا کہ انھون نے قول مرجوع عنہ کو مذہب سے خارج
کیون کیا۔ خیر یہ الاہنا تو اور بات ہے مگر یہ تو بتلایا جاوے کہ یہ تقلید کون سے
مذہب کی ہے جسکی وجہ سے قول خارج مذہب کو زبردستی داخل مذہب کیا جاتا ہے یہ
تو ایک طبع زاد مذہب ہے جسکا انجام عقبیٰ مین نیکی برباد گناہ لازم کے طور پر ضرور ہونیوالا ہے فقط

خاتمہ

مسعود۔ اس وقت تو مجھے زیادہ فرصت نہیں ہے اسلئے مین جاتا ہون پھر کبھی انکے کچھ اور مسائل مین مین آپ سے بحث کرونگا۔

سعید۔ تمہین اختیار ہے جب فرصت ہو آنا۔

تقریظ

از شمس العلما فخر المحدثین والفقہا جامع کمالات صوری و معنوی

جناب مولانا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی

الحق لا یتجاوز عما فی ہذہ الرسالۃ فماذا بعد الحق الا الضلال کما لا یخفی

علی الفطین وجامع الکمال۔

محمد نذیر حسین ۱۲۸۱

صحت نامہ رسالہ مناظرہ مسعود و سعید

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۲	اگرچہ اسطرح کے	اگرچہ کچھ اسطرح کے	۱۴	۲	مجتہد علماء عامی	مجتہد علماء و عامی
〃	۱۰	خالف	مخالفت	〃	۱۰	تون قیاسی قواعد	قوان قیاسی قواعد
۵	۱۴	عمرو بن اصلاح	عمرو بن الصلاح	〃	۱۸	صاحبین نے	صاحبین کے
۹	۱	تعریف نقلی	تعریف تعقلی	۱۵	۱۶	اگرچہ منکرین	اگرچہ یہ منکرین
〃	۷	قرآن کا بھی	قرآن کا بیان	〃	۱۸	بالکل نیت	بالکل میت
〃	۹	بہت بڑی غور طلب بات نہ تھی	بہت بڑی غور طلب بات تھی	۲۱	۱۴	نظر ڈالے	نظر ڈالنے
۱۰	۴	جو کچھ آیت	جو کسی آیت	۲۶	۱۴	جب ان میں فرق	جب اس فرق
〃	۵	حنفی	خفی	۳۰	۱۴	لیا جائے	کیا جائے
〃	۹	ثواب	صواب	۳۴	۱۰	اپنے اپنے سر مبارک	اپنے سر مبارک
〃	۱۱	تو عمر رفتہ ہوتا تے	تو عمر رفتہ ہوتے	۳۴	۷	فتوے بھی شریک ہیں	فتوے بھی شریک ہیں
۱۱	۳	اموالکم	باموالکم	۴۳	۱۱-۱۳	صلی اللہ علیہ سے وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم سے
〃	۱۹	ابی عروبہ بصری والمد	ابی عروبہ بصری تابعی	۴۶	۱۴	اپنے اجتہاد ہی سے	اپنے اجتہاد سے
۱۳	۵	موافق مذہب فتوے	موافق مذہب اور فتوے کے	۵۰	۱۱	دو روایتوں میں سے	دو روایتوں میں سے
〃	۱۳	مسایل کی تریم	مسایل کی ترمیم	〃	۱۹	غیر تاویل شدہ سے	غیر تاویل شدہ سے
〃	۱۸	اختیار گرنا	اختیار کرنا				

تمت